انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

رفع الحجاب

عن

کید البہاء والباب

مؤلفہ

مولانا مولوی محمد اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی

مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

سنہ ۱۳۴۶ھ

برقی جید پریس دہلی میں طبع ہو کر شائع ہو

تشکّر و امتنان

رسالۂ ہذا جناب مکرمی ڈی-سی مدہا صاحب و جناب
حاجی محمد یوسف صاحب اینڈ کمپنی تاجران رنگون کی توجہ اور
اعانت سے طبع ہو کر فائدہ بخش مسلمانان و ہدایت آموز گمراہان ہوا
حق تعالیٰ موصوفین کو جزائے خیر اور اپنی مرضیات کی توفیق اور
قرب درجات عطا فرمائے- آمین

خاکسار
محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلوی

رفع الحجاب عن کید البہاء والباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی وحدہٗ لاشریک لہٗ ولا نظیر ولا ندّ ولا مثل لہٗ + والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ + وعلی آلہ واصحابہ ومن اشاع دینہ وجددہٗ +

اما بعد احقر زمان اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مدرس فتحپوری مہتمم مدرسہ اشرفیہ دہلی مدعا نگار ہے کہ موجودہ زمانہ عجیب حیرت انگیز اور فتنہ خیز زمانہ ہے۔ کہنے کو تو کونسی شئے ہے جسمیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں کبھی خواب وخیال میں بھی نہ گذری تھیں وہ آجکل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جو شاخ لیجئے اُس کی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئیگا صنعت میں وہ وہ ایجادیں ہوئیں کہ صناعانِ چین کی صناعیاں جو ضرب المثل تھیں گرد نظر آتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر شئے ترقی کا دم بھرتی ہے مگر سخت افسوس ہے کہ جس قدر علوم وفنون کو ترقی ہوئی اسی قدر مذہبی پہلو انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا یہانتک کہ آج مذہبی دنیا میں سخت ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ایک گوشہ سے نیچریت کی صدائیں بلند ہوکر عقیدتاً تو معجزات پامول ہیں یا سرے سے استبعاد محض کی وجہ سے انکار ہے اور عملاً طرز معاشرت نصاریٰ ضروری التحصیل اور معاشرت اسلامی واسلافی واجب الترک ہے۔ تو دوسری طرف بدعات اور رسوم کی پابندی کو بھی اجزا وارکان دین بلکہ ان سے بھی بڑھ چڑھ کر شمار کیا جا رہا ہے۔ ایک طرف قبور پر پھول وچادریں چڑھاکر غیر اللہ کی منت اور نیازوں کا بازار گرم ہے تو دوسری طرف انبیاء کی توہین قرآن کی تحقیر علماء کی تذلیل پیشہ وحرفت بن رہی ہے۔

اگر ایک طرف قادیانی تبلیغ نبوت مرزا میں سرگرمی سے ہندوستان کو خصوصاً اور اطراف کو عموماً برباد وتباہ کر رہے ہیں تو دوسری طرف بابیہ بہائیہ فرقہ برما کو خصوصاً دیگر ممالک پر عموماً سمیت کی زہرلی ہوا پھیلا رہے ہیں جس کو دیکھکر بیساختہ یہ کہنا پڑتا ہے ؎

اے لبرا پردہ یثرب بخواب — خیز کہ شد مشرق ومغرب خراب

لیکن مسلمان ہیں کہ غفلت کی نیند میں بے خبر سو رہے ہیں۔ دوسری قومیں اور مذاہب باطلہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں، ہر قوم اپنے دین کی تبلیغ میں سرگرم ہے اور اپنی جماعت میں قابل قدر اضافہ کر رہی ہے اور سیلاب کی طرح دائرۂ اسلام کو تنگ کرتی چلی جارہی ہے۔ مگر ہم ہیں کہ پسپائی کا سبق شب و روز رٹے جارہے ہیں۔

عیسائیوں کی مشنیں ہندوؤں کی شدھ کرنے کی تدبیریں۔ قادیانیوں کی انجمنیں، اسی طرح ہر فرقہ کے اخبار و رسائل اور کار گذاری کے وسائل میں نمایاں ترقی ہو رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں میں یہ حالت ہے کہ اگر علوم جدیدہ کا اثر ہے تو تعصب مذہبی یا خلاف اتحاد کہکر پہلو تہی کی جاتی ہے۔ اور اگر علوم قدیمہ ہی کا اثر ہے۔ تو یا گوشہ نشینی کو ترجیح ہے یا صرف تعلیم و تعلم میں وقت مشغول ہے۔

میرا یہ مقصد نہیں کہ ہر ہر شخص میں جملہ اوصاف کا وجود ضروری اور واجب التحصیل ہے لیکن یہ خیال یقینی ہے کہ علماء میں ہر قسم کی جماعت کا ہونا لابدی ہے۔

پھر اگر کوئی اس طرف زبان و قلم اٹھانا بھی چاہتا ہے تو قدم قدم پر موانع روکنے کیلئے اور اسباب دور بھاگنے کیلئے موجود ہیں۔ کہیں اہل و عیال کی کثرت اسباب معاش کی قلت بیچین کر رہی ہے۔ کہیں اس سے فی الجملہ فراغت ہے (گو طبقۂ علماء میں نادر الوجود ہے) تو اسباب و ذرائع تبلیغ محجوب و مستور ہیں۔

پھر ہندوستان میں تو تاہم مدارس اور علماء کی کثرت کی وجہ سے صحیح و غلط۔ حق و صواب۔ کفر و ایمان کا امتیاز ہو بھی سکتا ہے اور اس کے اسباب ابھی کسی درجہ میں موجود ہیں لیکن ملک برما میں طبقہ عوام میں جہل کی کثرت اور طبقۂ علماء میں اول تو علماء کی قلت پھر اس پر اسباب و ذرائع تبلیغیہ کا فقدان اس پر مجبور کر رہا ہے کہ علماء اسکولوں میں اردو زبان کے رسائل یا مساجد کی امامت و وعظ کی ملازمت سے زندگی بسر کریں و بس۔

بڑا افسوس ہے کہ تمام ملک برما میں نہ کوئی ایسی دینی درسگاہ ہے کہ جسکا مطمح نظر صرف قرآن و حدیث کی تعلیم ہو۔ نہ کوئی ایسی انجمن ہے کہ جس کی طرف سے واعظ اور مبلغ ملک برما میں اسلام کے سچے عقائد اور بہترین اعمال اور عمدہ معاشرت کی تبلیغ کرتے پھریں۔

جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر ہندوستان میں قادیانی مذہب کی اشاعت شروع ہوئی تو علماء کی طرف سے تحریراً و تقریراً اس کا ابطال و تردید شروع ہوئی حتے کہ الحمدللہ کہ آج کوئی بات ایسی نہیں رہی جس کا چاروں طرف سے دندان شکن جواب نہ مل چکا ہو اور کوئی کتاب مرزا صاحب اور ان کے ہوا خواہوں کی ایسی نہیں جس کی طرف علماء نے زبان و قلم نہ بڑھایا ہو حیات وفات مسیح ختم نبوت۔

نبوت مرزا وغیرہ مسائل پر سینکڑوں کی تعداد میں مختلف ہئیات وصور سے علماء نے کتابیں لکھیں اور شائع کیں۔ بلکہ سلسلہ اشاعت اب بھی جاری ہے۔

آج اگر کوئی منصف مزاج فریقین کی کتاب کا ذخیرہ جمع کر کے نتیجہ نکالنا چاہے اور حق معلوم کرنا چاہے تو بسہولت راہ یاب ہوکر اسلام کی حقانیت اور صداقت معلوم کر سکتا ہے۔

اسی طرح دیگر مذاہب کی بھی ہندوستان میں جس جس وقت اشاعت ہوئی، اسی وقت طبقہ علماء سے اس کی تردیدات شروع ہوئی اور کافی طور پر سدباب کیا گیا یعنی باطل کا بطلان ہر شخص معلوم کرسکتا ہے یہ اور بات ہے کہ کوئی دیکھے ہی نہیں یا سنے ہی نہیں۔

غرض ہندوستان میں کوئی مذہب باطل اور مسلک فاسد ایسا شائع نہیں ہوا جس کی مفصل تنقیح وتنقید نہ ہوچکی ہو اور جس سے عام ہندوستان وغیر ممالک کو نفع نہ پہنچا ہو۔

لیکن برما کی حالت زیادہ عبرتناک ہے کہ ایک زمانہ سے دیہات وقصبات میں عیسائی اپنی تبلیغ کر کے سینکڑوں کو عیسائی بنا کر کامیاب ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف فرقہ بہائیہ اپنے مذہب کی اشاعت وترویج میں نہایت مستعدی سے جانبازی وکوشش کر رہے ہیں۔

باوجود ان امور کے مسلمانان برما کی طرف سے نہ رد تبلیغ عیسائیت کا انتظام ہے نہ رد بہائیت کا کافی اہتمام ہے نہ انجمنوں کے قیام سے دلچسپی نہ مذہبی معلومات حاصل کرنے سے رغبت۔

نوجوانوں کو اگر کتب بینی کا شوق ہوتا ہے تو ناول اور اخبار بینی منتہائے پرواز ہیں ورنہ پھر تو تھیئٹر اور بائیسکوپ مایہ ناز ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

برما میں بھی جو کچھ دین کی اشاعت ہوئی وہ بھی ہندوستان ہی کے علماء کی وجہ سے ہوئی چنانچہ تعلیم الاسلام وبہشتی زیور وغیرہ کا شیوع اس مدعا کو واضح کرنے کیلئے کافی ہے۔ اور بہائیہ فرقہ کی تردید میں سب سے پیشتر حضرت مولانا عبدالحی صاحب کفلیتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رسالہ المدافع الالٰہیہ تحریر فرمایا گو رسالہ مذکورہ نہایت جامع اور کافی وافی تھا لیکن چونکہ وہ خاص رسائل مرزا محمود کے جواب میں لکھا گیا تھا اس لئے تردید اصول مذہب بہائیہ پر حاوی نہ تھا اور مختصر بھی تھا۔ پھر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ اسی کی طباعت کا اہتمام عام دلچسپی کا سبب نہ ہوتا۔ اس لئے کمترین کے رنگون آنے پر مخدوم محترم جناب حضرت حاجی محمد یوسف صاحب ادام اللہ فیوضہم اور جناب حاجی داؤد ہاشم صاحب ادام اللہ ظلہ نے دجہ کی وجہ سے رات دن سینکڑوں دینی کام انجام پاتے ہیں اور قریب قریب سب دینی درسگاہیں متمتع ومنتفع ہیں اور ان حضرات کا وجود مسلمانان برما کے لئے مایہ ناز ہے۔ اور برما میں دینی اشاعت

اور علماء کی آمد انہیں حضرات کی سعی کا ثمرہ ہے سو بس) یہ ارشاد فرمایا کہ یہاں پر بہائی و بابی فتنہ کی کثرت ہے۔ اس لئے اس پر کوئی رسالہ تالیف یا تصنیف ہو جاوے تو بہتر ہے اور ایسے رسالہ کی اشاعت بیحد مفید ہوگی۔

چنانچہ تعمیل ارشاد اور ضرورت واقعیہ کی وجہ سے میں بھی بہائیہ مذہب کی تردید میں رسالہ ہذا مختلف رسائل سے تالیف کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ سبحانہ اس کے نفع کو عام و تام فرماویں۔ اور اس کو کاتب و شائعین کے لئے اجر اخروی کا سبب بنادیں۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

مقدمہ

بابی مذہب۔ اس فرقہ کا بانی مرزا[ع] علی محمد بن مرزا رضا بزاز ہے اس کی والدہ کا نام خدیجہ ہے۔ شروع محرم ۱۲۳۵ھ کو شیراز میں اس کی ولادت ہوئی۔ نسباً علوی النسب یعنی حضرت علی کی اولاد سے ہے۔

ہنوز کہ مرزا علی محمد شیر خوارگی کے زمانہ میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ باپ کے انتقال کے بعد ان کی کفالت کا بار ان کے ماموں مرزا سید علی تاجر نے اپنے ذمہ لیا اور تعلیم و تربیت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور عربی فارسی کی تعلیم اس زمانہ کے مروجہ نصاب کے موافق دی ان علوم میں تو مرزا صاحب کو کوئی خاص ملکہ اور مہارت پیدا نہ ہوئی باوجودیکہ فارسی زبان تو مادری ہی تھی۔ البتہ اصلاح و درستی خط سے مرزا صاحب کو دلچسپی ہو کر کتابت میں کمال پیدا کر کے شہرت حاصل کی اور نہایت اچھے کاتب اور غایت درجہ زود نویس بنے

بیس سال کی عمر میں میرزا مذکور کے دماغ میں تسخیر کواکب کا خبط سوار ہوا اور عملیات سے اس درجہ رغبت و دلچسپی ہوئی کہ موسم گرما میں طلوع آفتاب سے غروب تک ننگے سر دھوپ میں کھڑے ہو کر عملیات پڑھنے شروع کئے جس سے قوائے جسمانی پر بین اثر محسوس ہونے لگا۔ اور جنون کے آثار نمایاں ہونے لگے ماموں نے پند و نصائح اور زجر و تشدد کو بیحد کام میں لیا لیکن کیا اثر ہوتا تھا۔ تو ان کے ماموں نے ان کو حصول برکت اور تغیر آب و ہوا کو ملحوظ رکھتے ہوئے کربلا بھیجدیا۔ شیراز میں عام طور پر شیعہ مذہب رائج تھا۔

باب کی ہستی کربلا میں

کربلا پہنچکر ان کو سید کاظم رشتی کی صحبت میسر ہو گئی اور یہ ان کے تلامذہ و معتقدین میں شامل ہو گیا۔ سید کاظم شیعی مذہب کا عالم تھا اس نے اعتقادات مذہب امامیہ میں اصول فلسفہ شامل کر لیا تھا اور ان اعتقادات

[ع] میرزا فارسی میں سردار کو کہتے ہیں اور ملک فارس میں شرفاء کو میرزا سے مخاطب بناتے ہیں۔ ۱۲ منہ جواب اور ممکن ہے کہ میرزا امیرزادے کا مخفف ہو ۱۲ منہ

کو نئی صورت میں ظاہر کیا کرتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ مہدی منتظر اعتقادات شیعی پر وہ روحانی عالم میں موجود ہے جیسے ملائکہ جنات وغیرہ عالم جسمانی میں ان کا وجود نہیں ہے)

مرزا صاحب کے دماغ کو اول تو ریاضت عملیات نے متاثر کر ہی دیا تھا لیکن پھر ان سید صاحب کی صحبت سے فلسفہ کی آزادی کی تعلیم پائی اور مسئلہ مہدویت کا سنکر مہدی بننے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک عرصہ کے بعد مرزا نے سید صاحب کی صحبت سے بلا کسی سبب اور کسی وجہ کے دفعتہً جدائی اختیار کی اور کوفہ جاکر مسجد علی میں چلہ کھینچکر ایک عرصہ تک ریاضت و مشقت میں منہمک رہا۔ اس کے بعد جب دیکھا کہ میری عبادت و ریاضت کو دیکھکر عوام کی ارادت و عقیدت میری طرف متوجہ ہونے لگی ہے۔ تو وہاں سے شیخ کی مجلس میں آکر اپنے ہم سبق تلامذہ سے کہنا شروع کیا کہ گھروں میں دروازہ سے داخل ہونا چاہیے اور اس کے بعد مشہور حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابہا پڑھنا شروع کیا۔ اس تحریف معنوی حدیث کا چرچا شروع ہوا تلامذہ نے سمجھانا اور مناظرہ کرنا شروع کیا لیکن کب ماننے والے تھے۔ بالآخر دعوے کر بیٹھے کہ میں (باب المہدی) ہوں اور حدیث مشہور میں جو آیا ہے کہ انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابہا (حضور کا ارشاد ہے) کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی (ابن ابی طالب) علم کے دروازہ ہیں۔ اس علی سے میں ہی مراد ہوں۔ گو اس پر آپ کوئی دلیل بھی قائم نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ کی اور نہ اس کی وجہ ہیں کہ اس حدیث میں علی بن ابی طالب مراد نہیں آپ مراد ہیں سیاق و سباق والا اور کوئی قرینہ ایسا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ ۱۲۶۰ھ میں جو مرزا علی اس شباہت و شکل و نسب کا ہوگا وہ مراد ہے نہ حضور کے مخاطبین صحابہ سے کوئی یہ مطلب سمجھے۔ پھر اگر صرف آپ کا نام علی ہونا ہی اس دعویٰ کی دلیل ہے تو ۱۲۶۰ھ کے اندر تو لاکھوں اور کروڑوں اشخاص ایسے گذرے ہیں جن کا نام علی ہوا ہے تو چاہیے جس کا نام علی ہو وہ یہ کہدے کہ وہ علی میں ہی ہوں۔ اسی طرح جس کا نام محمد ہو وہ کہدیا کرے کہ محمد رسول اللہ نعوذ باللہ میں ہی ہوں۔ ایسے ہی موسیٰ و عیسیٰ زکریا۔ نوح۔ ابراہیم پھر جو ایسی باتیں کرے اس کو پاگل نہ کہئے تو کیا کہئے۔ یہ امور عقلاء اور فہیم لوگوں میں مہدی موعود تو کیا بناتے۔ بلکہ تمسخر اور مزاح کے دلائل اور خلل دماغ کے آثار ہیں۔ اس وقت سے مرزا علی محمد کو باب کہنے لگے۔ اور ان کے متبعین کو بابی سے تعبیر کرنے لگے۔

ان کے اس دعوے کی فقہاء و محدثین کو اطلاع ہوئی انہوں نے تحریف حدیث کی وجہ سے کفر کا فتوےٰ دیدیا۔ اور سید رشتی اور ان کے تلامذہ نے بھی اس کی تردید شروع کی لیکن باب حسب دعوے لوگوں کو دعوت دیتا رہا۔ زمانہ ہر قسم کے آدمیوں سے پُر ہے۔ کوئی خیال ایسا نہیں کہ ترویج نہ پا سکے۔ بلکہ باطل اور فریب میں رنگ و روپ زائد ہونے کی وجہ سے جلد اثر پذیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب کچھ لوگ

حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور باب نے ان کی جانچ اور آزمائش بھی کر لی تب پھر نبوت و رسالت مستقلہ کا دعوے کیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا دین جملہ ادیان حتیٰ کہ قرآن تک کے لئے ناسخ ہے۔ اور ایک دین عناصر اسلامی و نصرانی و یہودی و زردشتی سے مرکب کر کے ایجاد کیا اور اپنا لقب (باب المہدی) تجویز کیا۔ پھر تیسری مرتبہ اس لقب کو ترک کر کے اور عروج فرما کر مثل کو پورا فرمایا "غلہ چوں ارزاں شود الخ" غرض پھر خدائی کا دعوے کر بیٹھے اور اپنا لقب نقطہ اور خالق الحق قرار دیا۔ اور چوتھی بار یہ دعوے کیا کہ میں خود ہی مہدی ہوں۔ الحاصل نہ معلوم کہ پھر باب مہدی بنے یا مہدی رہے یا نبی ہوئے یا خدا ٹھیرے

جب ان منازل کو طے کر چکے اور اپنے مذہب مزعومہ کی تبلیغ کر کے یہ کافی اطمینان کر لیا کہ اس جہل و آزادی کے زمانہ میں مجھ جیسے کی صدا پر لبیک و آفرین کرنے کو معتقدین مل سکتے ہیں تو یہ دعوے کر بیٹھے کہ ایک کتاب نازل ہوئی ہے جس کا نام البیان ہے جو دیگر شرائع اور قرآن پاک کی ناسخ ہے۔ اپنی تالیفات میں اکثر جگہ یہ لکھا ہے۔

انا افضل من محمد کما ان قرآنی افضل من قرآن محمد واذا قال محمد بعجز البشر عن الاتیان بسورة من سور القرآن فانا اقول بعجز العبد بحرف من حروف قرآنی ان محمد کان بمقام الالف وانا بمقام النقطة۔

(مرزا علی محمد باب) افضل ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جس طرح کہ میرا قرآن بیان افضل ہے قرآن محمد سے اگر محمد نے یہ کہا کہ بشر قرآن جیسی ایک سورة بنانے سے قاصر ہے تو میں کہتا ہوں کہ انسان میرے قرآن جیسے ایک حرف بنانے سے بھی عاجز ہے بیشک محمد مقام الف میں تھے اور میں مقام نقطہ میں ہوں (نعوذ باللہ)

لیکن یہ کہنا کہ کسی کو میرے قرآن (یعنی بیان جیسے) ایک حرف بنانے کی قدرت نہیں یہ صرف جنون ہی جنون ہے یا اس کے کچھ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو عربی زبان جو انتیس حرفوں سے مرکب ہے ہر شخص کا کلام عربی انہیں حرفوں سے مرکب ہوتا ہے پھر نہ بنا سکنے کے کیا معنی۔ ہاں یہ کہا جائے تو زیبا ہے کہ جیسا باب سے تبریز میں شاہ شہید کے سامنے علماء سے مناظرہ ہوا اور باب نہ علماء کی کسی جماعت کا جواب دے سکا۔ نہ اپنی نبوت پر کوئی معجزہ یا دلیل پیش کر سکا۔ صرف اگر پیش کیا تو کیا کہ میں البدیہہ عربی خطبہ تصنیف کر لیتا ہوں (گو یہ بھی دلیل نبوت نہیں بہت شعراء فصحاء اس سے زائد اور واقع میں حیرت میں ڈالنے والے کلام تصنیف و تالیف کرتے تھے مقامات کے قوافی حماسہ کی ترتیب سمجھ کی

ع۵ باب کا مطلب یہ تھا کہ تمام قرآن کے حقائق و معارف الحمد میں ہیں۔ اور تمام الحمد کے بسم اللہ میں اور تمام بسم اللہ کے ب میں ہیں تو میں مقام ب میں ہوں حقائق و معارف سے پر ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم (سود اللہ وجہہ) اس سے خالی تھے۔

فصاحت بلاغت اس سے کہیں بڑھ چڑھکر ہیں۔ ایسے ہی مضامین کے اعتبار سے بھی کوئی ہجو میں کوئی مدح میں کوئی عشقیہ مضامین میں کوئی پند و نصائح میں یکتا اور ضرب المثل گذرے ہیں تو کیا پھر ان کمالات سے نبی بن سکتا ہے نبی کے معجزے کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ امر طاقت بشری سے زائد ہو یا یہ کہکر ایک خطبہ شروع کر دیا جس کا شروع پڑھا الحمد للہ الذی رفع السموات والارض۔ یعنی سموات کی تاء کو بجائے زیر کے زبر اور ارض کی ضاد کو بجائے زبر کے زیر پڑھا۔ جس پر علماء میں قہقہہ بلند ہوا اور ایک عالم اُٹھے اور فرمایا جناب بس کیجئے بس جی بس معلوم شد۔ اور اُن عالم نے فوراً ایک شعر اس مضمون پر پڑھا ع

وما بتاؤ الف قد جمعا یکسر فی النصب والجر معا

تو اگر دلیل نبوت غلط پڑھنا ہے تو واقع میں ماہر زبان عربی باب جیسا ایک حرف غلط نہیں پڑھ سکتا ع "بدین فہم و دانش باید گریست" پھر صرفی و نحوی قواعد پر آپ کی کتاب غیر منطبق اکثر استعمال اوزان کا قواعد عربی کے خلاف پھر آپ نے صرف مقفیٰ مسجع کرنے کو معجزہ اپنے زعم باطل میں شمار کر کے نبی بن بیٹھے اور لایعنی دعوے شروع کر دیئے۔

اس شخص کے دعوے بھی عجیب طرفہ معجون ہیں جہاں مہدویت اور مسیحیت اور الوہیت میں اپنے چوگان بازی شروع فرمائی وہاں آریوں کے مذہب پر نیا جنم لیکر ایک مرتبہ محمد بن بیٹھے اور حضور کے جنم میں ہونے کا دعوے کر کے کہہ اُٹھے۔ کہ قرآن پاک میں جو الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان ہے اس انسان سے میری ذات اور بیان سے میری کتاب مراد ہے۔ اور کبھی اور ترقی فرمائی تو اپنا لقب ذکر رکھکر فرمانے لگے کہ فاسئلوا اھل الذکر میں جو لفظ ذکر ہے اس سے میں ہی مراد ہوں۔ اور قرآن میں بھی عجیب عجیب تحریفات شروع کیں۔

اس کذاب کا یہ گمان تھا کہ قرآن میں جہاں جہاں لفظ قیامۃ اور ساعۃ اور حشر و نشر اور بعث وغیرہ آیا ہے ان سب سے میرا ظہور اور میرا قیام بالدعوۃ مراد ہے۔

کیا خوب قرآن نے تو ان الفاظ کی جا بجا خود حقیقت بیان کر دی ہے کہ ساعۃ کیا چیز ہے اور حشر و نشر کیا شئے ہے اگر ان الفاظ سے آپ ہی کا قیام اور ظہور مراد تھا تو قرآن نے جو اس کی تفسیر کی وہ غلط۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو حقیقت سمجھے وہ غلط صحابہ اور جملہ علماء ۱۲۶۵ھ تک اس کا مطلب اور مراد نہ سمجھ سکے پھر قرآن نازل کرنے سے کیا نفع تھا۔ قرآن کے نازل کرنے کی تو یہی حقیقت تھی کہ تا کہ تدبر کیا جاوے قرآن سنے عقائد صاف کئے جاویں کہ خدا بشر نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بشر بھی خدا سے بلا وحی یا حجاب یا رسول کلام نہیں کر سکتا۔ قرآن کہتا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ایسی آپا دھاپی ہوگی کہ نہ کوئی آدمی بھائی

کا ہوگا نہ ماں کا اور نہ باپ کا نہ بیوی و اولاد کا۔ قرآن فرماتا ہے کہ جب قیامت ہوگی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر روئی کے گالے کی طرح اڑنے لگیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ جب قیامت ہوگی تو ہم ان زبانوں پر مہریں لگادیں گے۔ اور ہاتھ پیر کلام کو نا شروع کردیں گے وغیرہ وغیرہ۔

تو کیا ظہور باب کے وقت یہ آثار نمایاں ہوئے کہ منہ پر مہریں لگ کر ہاتھ پیر نے بولنا شروع کر دیا ہو یا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے ہوں۔ یا آدمی نے ماں باپ۔ بیوی۔ بھائی۔ اولاد کو چھوڑ دیا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا جب ایسا نہیں ہوا تو قرآن بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ میری مراد ان الفاظ سے یہ نہیں ہے اور قرآن کہتا ہے کہ جو شخص اپنے خیالات کو خدا کی طرف نسبت کرے وہ کذاب سخت عذاب کا مستحق ہے۔

اسی طرح باب کہتا ہے کہ حشر و نشر و بعث میرے ظہور سے کنایہ ہے اور نفخ صور سے میرے دین کی بلند آواز مراد ہے اور من فی السموات والارض کے بیہوش ہونے سے جملہ ادیان کا منسوخ ہونا مراد ہے اور جنت کنایہ ہے میرے دین میں داخل ہونے سے اور دوزخ میرے دین کے انکار سے۔

غرض قیامت سے انکار حشر نشر سے انکار جنت دوزخ سے انکار انبیاء کے معجزات سے انکار یا تاویل کیونکہ اگر معجزات کا وجود تسلیم کرتا تو خود بھی معجزہ دکھانا پڑتا۔

اور یہ بھی اس شخص کا قول ہے کہ میری دعوۃ کے بعد مجھ پر ایمان واجب ہے جو مجھ پر ایمان نہ لاوے وہ واجب القتل ہے۔ اور یہ بھی اس کا مذہب ہے کہ اور مذہب کی کتابیں خصوصاً قرآن کا پڑھنا حرام ہے (نعوذ باللہ) بلکہ جلادینا واجب ہے۔ اور جو بابی قرآن پڑھے اس کی سزا قتل ہے۔ گو اس حکم باب میں بہاء اللہ نے اپنے نبوت کے دعوے میں ترمیم و تنسیخ کردی۔

غرض یہ ہیں وہ عقائد بابی جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کئے اور طوالت کے خوف سے ہم نے اختصار کیا اور یہ سب عقائد ہم نے الحراب فی صدر البہار والباب۔ اور مفتاح باب الابواب سے لئے ہیں۔ اور صاحب الحراب نے یہ بھی لکھا ہے کہ باب اور بہار وغیرہ کی تصانیف طبع کم ہوئی بلکہ بالقصد طبع ہی نہیں کرائے اس لئے ملنی مشکل ہے۔ تاہم ہم نے جملہ تالیفات اکٹھی کرکے جامع ازہر میں بحفاظت رکھادیں اور ان تصانیف کی عبارتیں صفحہ سطر کے حوالہ سے ان دونوں مؤلفوں نے لکھی ہیں۔ ہم نے انہیں دونوں کتابوں سے اخذ کیا ہے اور آئندہ بھی انہیں دونوں کتابوں سے بابی اور بہائی مذہب کے واقعات کو اخذ کریں گے۔

باب کے ایجاد کردہ دین اور عقائد کی تو آپ حالت معلوم کرچکے جس کو سنکر کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ یقیناً سمجھ لے گا کہ مہدی اور نبی وغیرہ تو کیا اس شخص کے کذاب و دجال ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

تس پر اتنے بڑے بڑے دعوے اور اس قدر قرآن کی تحریفات کہ جس معنی کا خود قرآن ہی انکار کرتا ہے اور وہ بھی ایسے عقائد و واقعات جن کا ثبوت بھی قطعی۔ لیکن اگر آپ سے ایک دلیل پوچھی جاوے گو وہ ظنی ہی سہی بیان کرنے سے عجز۔ نہ اپنی نبوت کی دلیل و ثبوت پیش کر سکے نہ اپنی ولایت پر کرامت ظاہر کر سکے نہ اپنی الوہیت کی شان بتلا سکے نہ قیامت سے میرا ظہور مراد ہے اس کو کسی معقول وجہ سے ثابت کر سکے تو اب اس کے سوا کیا کہا جاوے کہ ھل ھذا الاھذیان او جنون

دعوت بابی

باب نے چونکہ باب المہدی ہونے کا دعوےٰ کیا اور ایک فرقہ شیعہ کا مسئلہ رجعت کا معتقد تھا (یعنی حضرت علی بادلوں میں ہیں حسب ضرورت نزول فرماتے ہیں) اور ایک مہدی کے غائب ہونے کا قائل تھا۔ اور ایک الوہیت علی کا معتقد تھا تو ان کے ابتدائی دعاوی سے ان کے مزعومہ اعتقادات میں اس درجہ تفاوت و فرق نہ تھا اس وجہ سے شیخ احمد احسائی کے متبعین نے سب سے بیشتر ان کی دعوت پر لبیک کہی۔ اور سب سے بیشتر ملا حسین خراسانی کذاب نبی کے اُمتی بنے جن کو باب نے باب الباب کا لقب دیا۔ جب اٹھارہ آدمی کی تعداد آپ کی اُمت کی ہو گئی تو آپ نے ان کا لقب حی رکھا کیونکہ حی کے عدد اٹھارہ ہوتے ہیں ح کے آٹھ اور ی کے دس اور ان سب کو فارس کے ممالک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے روانہ کر دیا۔ جو مہدی کے ظہور کی صدائیں بلند کرتے اور ان کے محاسن بیان کرتے پھرنے لگے جب آپ شیعی مذہب پر مہدی بن گئے اور کچھ لوگ معتقد ہو گئے تو آپ کو اہل سنت والجماعت کے مذہب پر بھی مہدی بننے کا شوق ہوا لیکن اس مہدی کے ظہور کی جگہ حدیثوں میں مکہ تھے۔ رکن و مقام کے درمیان اس لئے آپ نے سفر حج کا قصد فرمایا اور ۱۲۵۹ھ میں آپ کی حج کو روانگی ہوئی تاکہ وہاں سے عامہ مسلمانوں کو دعوت دیں لیکن خداوند تبارک و تعالیٰ نے اس کذاب کے نجس قدم کو اپنے پاک حرم میں رکھنے کی اجازت نہ دی ؎

لطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
کہ بروں درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

بلکہ راستہ ہی میں طوفان آکر کشتی ڈوب گئی کچھ آدمی کنارہ پر سلامت تختوں وغیرہ کے ذریعہ سے پہونچے ان میں یہ باب اور کچھ ان کے حواریین بھی محفوظ رہے اور بوشہر میں جا پہنچے۔ وہاں ان کے ماموں تھے ان کے مکان پر جا ٹھیرے۔ جب وہاں بھی اپنا وہی مالیخولیا شروع کیا۔ اور غرق کے قصہ سے کچھ عبرت کا سبق نہ لیا۔ تو اُن کے ماموں نے مقابلہ شروع کیا اور فہمائش و توبیخ کو کام میں لائے جب یہ نہ مانا تو اپنے گھر سے

نکالیدیا اور اس کی تکفیر شروع کردی۔

باب نے اپنے ماموں کے مقابل ایک اور دکان کرایہ پر لیکر خود اور اپنی جماعت کو رکھکر جال پھیلانا شروع کیا چنانچہ اپنے مبلغین کو شیراز اور اصفہان روانہ کیا جو فارس کے بڑے شہر تھے جب اس کا مبلغ شیراز پہنچا تو باب کا اپنے مذہب کا تبلیغی خط سب سے پیشتر ایک بہت بڑے عالم شیخ ابوتراب کو دیا۔ جس خط میں اپنی نبوت کی دعوت اور اس کا اظہار تھا کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ شیخ کو اس خط کے پڑھنے سے بیحد جوش اور غصہ آیا۔ شیخ نے فوراً شہر کے فقہاء اور علماء کی مجلس منعقد کرکے یہ خط پیش کیا چنانچہ بالاتفاق یہ قرارداد طے پائی کہ حکومت کو اس واقعہ کی اطلاع کردی جائے۔ چنانچہ عامل شیراز کو اس کی اطلاع کی گئی عامل نے اطلاع پاتے ہی فوراً مبلغین کو بلاکر دریافت کیا۔ ان مبلغین نے وہی بیان کیا جو علماء نے اطلاع کی تھی۔ اور صاف کہا کہ ہم باب کے پیغامبر ہیں اور اس واسطے آئے ہیں تاکہ تبلیغ کریں۔ کہ باشندگان شیراز باب پر ایمان لادیں۔ یہ سنتے ہی علماء کی جماعت سے شور برپا ہوا اور تکذیب شروع ہوئی عامل شیراز نے ان مبلغین کے قتل کا حکم دیا۔ اور بوشہر سے باب کے پکڑ لانے کو قاصد اور سوار روانہ کردیئے گئے۔ چنانچہ قاصد بوشہر سے ۱۶ شعبان ۱۲۶۱ھ میں باب کو لیکر روانہ ہوئے اور ۱۹ رمضان کو شیراز میں پہنچے۔ عامل نے باب کو اس کے باپ کے گھر میں جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ کچھ ایام قیام کی مہلت دی تاکہ پریشانی اور گھبراہٹ کم ہو جاوے۔

باب کی ملاقات عامل شیراز سے

ایک رات عامل شیراز نے باب کو اس صورت سے بلایا کہ کسی کو اطلاع نہ ہو چنانچہ باب محل شاہی میں حاضر کیا گیا۔ جب دربار عام میں داخل ہوا تو عامل نہایت خندہ پیشانی سے ملا اور باب کی بیحد تعظیم و تکریم کی اور نہایت نرم لہجہ میں خوشامد کی سی باتیں شروع کیں۔ جب باب نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو ڈر اور دہشت کم ہوئی اور فی الجملہ اطمینان سا ہوا۔

عامل۔ باب کی وحشت اور خوف کو اپنے برتاؤ سے کم پاکر فوراً باب کے سامنے مؤدب بیٹھ گیا اور اپنی خطا کی جو مبلغین کے قتل کرنے میں ہوئی تھی معافی چاہنے لگا اور باب سے عرض و معروض کرنے لگا کہ مجھ سے غلطی ہوئی خدا کے واسطے آپ میری خطا معاف کریں۔ یا جو چاہے مجھے سزا دیں۔ اور بتکلف رونا شروع کردیا۔ آنسو ٹپکنے لگا۔ اور سانس پھول گیا۔ یہاں تک کہ باب دھوکہ میں آگیا۔

باب نے یہ سمجھ کر میرا افسوں اس پر چل گیا۔ بیحد خوش اور بشاش ہوکر عامل کا ہاتھ پکڑکر

اپنے پاس بٹھایا۔ اور نہایت ملاطفت اور یگانگت سے عامل سے باتیں شروع کیں۔

باب اس کا کیا سبب ہے کہ ابھی تو آپ کی سختی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے میرے مبلغین کو قتل کا حکم دیا تھا اور اب آپ اس درجہ نادم اور پریشان نظر آتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔

عامل۔ بہت ہی دبے لہجہ اور گریہ والوں کی آواز سے اے میرے سردار کل تک مجھ جیسا آپ کا دشمن کوئی نہ تھا اور آج مجھ جیسا آپ کا کوئی رفیق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کل تک میں آپ کی سزا کی فکر و کاوش میں مصروف تھا کہ کیا سزا اور کس صورت سے دوں اسی خیال میں دفعتہً مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ (یعنی باب) میرے پاؤں دبا رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اٹھو اٹھو میں تمہارے چہرہ میں ایمان کا نور پاتا ہوں۔ یہ خواب دیکھ کر میری آنکھ کھلی تو میں اپنے دل میں نور اور حلاوت پاتا۔ اور آپ کی محبت کو اپنی جان اور اہل وعیال سے زائد پاتا تھا۔ اس سے میں سمجھا کہ آپ واقعی مہدی منتظر ہیں

باب یہ سنتے ہی مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔ اور فرمانے لگے کہ آپ کو مبارک ہو واقعی یہ باتیں صرف عالم خواب ہی کی نہیں۔ گو آپ سو رہے تھے۔ لیکن میں تو خود ہی آیا تھا۔ اور جو کچھ تو نے سنا وہ میں نے خود ہی تو کہا تھا۔ چونکہ آپ کے اندر سلامتی پاتا تھا اور شرافت خاندانی اس لیے میں چاہتا تھا کہ آپ کو ہدایت ہو جاوے۔

عامل یہ سنتے ہی فوراً باب کے قریب ہو گیا اور باب کے ہاتھوں پر بوسہ دیکر عاجزی اور لجاجت کے لہجہ میں کہنے لگا کہ میرے خزانے اشرفی اور روپیہ سے پر ہیں اور تمام لشکر میری حکومت میں ہے اس لئے آپ جس وقت جو بھی حکم فرمادیں گے میں بجاآوری کے لئے تیار اور بدل وجان حاضر ہوں۔

باب۔ مبارک باد پھر مبارکباد کہ آپ نے حق کی اتباع کی میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمام روئے زمین کا عنقریب مالک ہونیوالا ہوں۔ اس وقت آپ کو ضرور سلطان روم بناؤں گا۔

عامل دکھڑے ہو کر پست لہجہ میں، اے میرے سردار میں نے اس غرض سے آپ کی اتباع نہیں کی میں مال وجاہ کا طالب نہیں ہوں۔ بحمد اللہ میرے پاس مال ضرورت سے زائد ہے اور عزت وآبرو موجود ہے۔ میری غرض تو صرف اتنی ہے کہ آپ کے سامنے دینی تبلیغ کر کے میں بھی شہداء اور صالحین کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں۔

باب۔ واہ واہ بہت ٹھیک ہے۔ خدا آپ کے مراتب میں ترقی دے۔

عامل نے پھر باب کے لئے خاص مہمان خانہ کو عادت سے زائد مزین کر کے اس میں رہنے کی اور آرام کرنے کی درخواست کی اور یہ رائے ظاہر کی کہ سردست برائے چند ایام تبلیغ کو بند رکھنا چاہیے

تا کہ کما حقہٗ اسباب تیار کر لیں۔ کہیں جملہ رعایا برگشتہ نہ ہو جائے ہم پورے تیار ہو کر پھر تبلیغ کریں گے۔ تاکہ مقصود حاصل ہو۔

باب نہایت مسرت سے راضی ہو گئے۔

عامل نے باب کو رخصت کر کے باب کی طرف سے تو مطمئن ہوا پھر ایک روز علماء کی اور رؤسائے شہر کی مجلس منعقد کر کے جو کچھ باب کے ساتھ معاملہ کیا تھا وہ ان کے سامنے ظاہر کر کے یہ درخواست کی کہ آپ اس کا امتحان لیں پھر اگر قابل رہائی پاویں تو چھوڑ دونگا ورنہ سزا دیجاوے گی۔

حاضرین۔ بالکل صحیح رائے ہے۔

عامل۔ یہ کہہ کر خود اٹھا اور مہمان خانہ میں باب کے پاس پہنچکر باب سے کہا کہ میں نے علماء کی مجلس منعقد کی ہے تاکہ آپ کو تبلیغ میں سہولت ہو جو ان میں ایمان لاویں گے چھوڑ دونگا ورنہ گردن اڑا دونگا۔

باب یہ سنتے ہی مہمان خانہ سے اکڑتے ہوئے خراماں خراماں فوراً مجلس علماء میں ہمراہ عامل تشریف لائے اور پوری طرح تشریف فرما بھی نہ ہوئے تھے کہ خوشی کے نشہ میں کلام اور خطاب شروع فرما دیا جو خطاب باب نے فرمایا اس کا ترجمہ ذیل میں ہے اور اصل عبارت الحراب صفحہ ۱۷۱ پر ہے:۔

باب اے جماعت علماء کیا تم خواہشات کے پھینکنے کے لئے تیار نہیں ہوئے کہ ہدایت کی اتباع کرو اور گمراہی کو چھوڑ کر میرے قول کو سنو۔ اور میرے احکام پر یقین لاؤ۔ تمہارے نبی ؐ نے اپنے بعد تمہارے لئے قرآن کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔ تم میری کتاب بیان لے کر اس کو پڑھو۔ وہ قرآن سے زیادہ فصیح ہے بیان کے احکام قرآن کے احکام کے ناسخ ہیں۔ سنو اور نصیحت قبول کرو تاکہ تم اپنے اہل و عیال میں سلامتی سے رہ سکو اس سے پیشتر کہ تم پر تلواریں سونتی جاویں اور تمہاری گردنیں ناپی جاویں اور تمہارے سر اڑا دیے جاویں۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

علماء اس مضمون کو سن کر خلیفہ کے مشورہ سابق کی وجہ سے بالکل ساکت رہے تاکہ باب دل کی ہوس پوری نکال لے۔ اور مجمع کی سکوت میں یہ حالت تھی کہ گویا سانس کی آواز بھی نہ تھی۔

عامل (باب سے مخاطب ہو کر) بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کو لکھ کر دیدیں۔ تاکہ ان کو اچھی طرح غور و فکر کا موقعہ مل سکے۔

باب۔ کہاں تھے۔ وہ تو سمجھے ہوئے تھے کہ اب میں ہی میں ہوں۔ فوراً قلم و دوات لیکر تبلیغی مضمون کی چند سطور مناجات و دعا کی طرز پر لکھ ماریں اور علماء کو دیدیں۔

علماء نے جو دیکھا عبارت میں صرفی نحوی غلطیاں پھر عبارت میں بھی اغلاق مطلب خیز نہیں

جملوں کا ربط صحیح نہیں۔ الفاظ زائد معنی کم۔ علماء نے یکے بعد دیگرے غلطیاں ظاہر کرنی شروع کیں۔
باب (علماء کے جواب میں ساکت کرنے کے لئے بولا) میں نے عربی کسی سے پڑھی نہیں صرف مجھے غیب سے الہام ہوتا ہے (قطع کلام الہام بھی غلط) اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ تمہیں عبارت اور الفاظ سے کیا کام تم معانی کو دیکھو (اور تلبیسات شروع کیں) تم مغز کو لو چھلکے کو پھینکو :

علماء کی طرف سے یہ تقریر سنکر شور برپا ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ اس خبیث کو قتل کر دو یہ پکا کافر مکار ہے کوئی کہتا تھا کہ قتل نہ کرنا چاہئے پاگل معلوم ہوتا ہے اس لئے سزا دینی چاہئے

عامل نے بھی باب کی طرف تیوری چڑھا کر غصہ کے لہجہ میں دیکھا اور باب کو مخاطب بنایا۔

اے جاہل مغرور کیا یہ بدعت سئیہ نہیں ہے جو تو اسلام میں جاری کر رہا ہے اور تو نبوت اور رسالت کا اور خاتم النبین سے فضیلت کا کیسے دعوے کرتا ہے حالانکہ اپنے مافی الضمیر کو صحیح عربی میں بھی ادا نہیں کر سکتا اور اگر تجھے شرافت نسبی دعلوی ا نہ ہوتی اور تجھ پر جنون کا شبہ نہ ہوتا تو میں تیرے قتل میں ذرا بھی تاخیر نہ کرتا۔ اب میں تجھے صرف سزا دیتا ہوں تاکہ تو راہ راست پر آجاوے۔

عامل۔ ہے کوئی ؟

خادم۔ حضور عالی !

عامل۔ اسے یہاں سے کھینچ لے جاؤ اور اسے باندھ کر خوب پٹائی کرو۔

خدام۔ فوراً دوڑ اٹھے اور فوراً وہاں سے کوئی ہاتھ پکڑ کر کوئی ٹانگ تان کے لے دوڑے اور باندھکر بید بازی شروع ہو گئی۔ باب روتا تھا اور توبہ و فریاد کی آوازیں بلند کرتا تھا لیکن کوئی سننے والا نہ تھا یہاں تک بیہوش ہونے کے جب قریب ہوا تو اب عامل نے مارنے سے ممانعت کر کے حکم دیا کہ اس کو اسی ہیئت پر سواری پر سوار کر کے بڑے بازار سے بڑی مسجد میں لے جاؤ تاکہ بازاری اور نمازی اس کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب مسجد میں پہنچا تو وہاں شیخ ابو تراب جن کے پاس پہلا خط بھیجا تھا موجود تھے انہیں دیکھتے ہی ان کی دست بوسی شروع کر دی اور توبہ کرنی شروع کر دی۔ کہ اب میں ایسا نہ کروں گا (واہ رے نبوت شاباش وے تیری خدائی ۔ مؤلف)

شیخ ابو تراب۔ تمہاری توبہ اس جرم کی ایسے نہیں قبول ہو سکتی بلکہ تم مجمع عام میں منبر پر چڑھ کے سب کے سامنے توبہ کرو۔ تو البتہ قابل پذیرائی ہو سکتی ہے۔

---

[1] کسی جگہ آپ نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حروف نافرمانی کرتے تھے اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی ہے بمطلب دوسرے لفظوں میں یہ کہ مجھے غلط پڑھنے اور بولنے کی اجازت دیدی گئی۔ کیا خوب آپ کی وحی اور کیا عمدہ الہام اور کیا خدائی کا دعویٰ۔ اس سے زائد حیرت متبعین پر ہے کہ وہ کیسے نابینا بنے) ۱۲

بابی ہو کر قبول کر کے منبر پر چڑھا اور شیخ کے ارشاد کے مطابق مجمع عام میں عقائد فاسدہ سے توبہ کر کے یہ وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا (یہ ساری آپ کی رسالت اور الوہیت تھی) اور منبر سے اتر کر ہر ایک عالم کی دست بوسی شروع کی۔

عامل نے ان امور پر نظر کر کے باب کی قید اور نظر بندی کا حکم دیا۔ اور یہ اعلان کیا کہ کوئی آدمی اس سے نہ ملے۔ اور نہ اسباب کتابت اس کے پاس جمع ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ البتہ کھانے پینے کی فراغت پوری دی گئی۔

اسی اثناء میں فارس میں ہیضہ پھیلکر شیراز میں بھی سخت ہیضہ پھیلا کہ شہر کے تمام افسیر اور امراء دور دور آبادیوں اور پہاڑ پر جا بسے خود عامل شیراز بھی اپنی کثیر افواج لیکر بہت دور چلا گیا شہر کا انتظام ظاہر ہے کہ خالی ہو جانے کی حالت میں ایسا نہیں رہ سکتا تھا اور نہ قید خانہ اور قیدیوں کا انتظام کافی ہو سکتا تھا۔ اس موقعہ کو غنیمت پاکر عامل اصفہان جو باب کی طرف راغب تھا اس کو موقعہ ہاتھ آیا اور اپنی فوج کے ذریعہ سے باب کو قید سے نکلوا کے اصفہان بلوا لیا۔

اصفہان میں باب کا ورود

جس وقت باب نے اپنے مبلغین کو شیراز میں روانہ کیا تھا جس کو ہم بیان کر چکے اسی وقت اصفہان بھی روانہ کیا تھا جب اس کے مبلغ اصفہان آئے عامل اصفہان[۱] ان سے نہایت نرمی اور محبت سے پیش آیا۔ اور ان کے خورونوش کا کافی سے زائد انتظام کر کے تبلیغ کی عام اجازت دیدی اور اپنی عقیدت وارادت بھی باب سے ظاہر کی۔

مبلغین کو جب عامل کی طرف سے یہ اطمینان ہو گیا تو اپنی تبلیغ دعوت کے لئے ہر جا و بیجا سعی کو کام میں لانا شروع کیا۔ اور اپنے رسائل تقسیم کرنے شروع کئے اور آیات واحادیث کو وہ مطلب پہنانا شروع کیا جس سے عوام کو سب آتیں باب کے ظہور کے لئے ناطق معلوم ہوں۔ اپنی تبلیغ واشاعت کا مرجع بھی عوام ہی کو زائد رکھا اور یہی باب کی ان داعیین کو نصیحت بھی تھی۔ تاکہ عوام میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے ورنہ لکھے پڑھے کب قابو آنے لگے تھے۔ چنانچہ اصفہان کے عوام دفعتاً ارکا معتد بہ حصہ

[۱] صاحب مفتاح الابواب کی یہ تحقیق ہے کہ عامل اصفہان منوچہر خاں واقع میں عیسائی تھا لیکن اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے بلاد اسلامیہ میں ترقی کرتے کرتے عامل کے عہدہ پر پہنچ گیا تھا۔ اور عموماً نصاریٰ نے ایسا کیا ہے چنانچہ اس کو فتنے برپا کرنے اور اسلام مٹانے کا یہ موقعہ ملا اس لئے بابیوں کے ساتھ ہو کر ان سے بابی ہونا ظاہر کیا ۱۲ منہ

اور کچھ روساء بابی ہو گئے۔

عامل نے اس فتنہ و شورش کو مفید مدعا پاکر باب کے اصفہان بلانے کا تہیہ اور قصد کیا۔ شیراز میں وبا پھیل کر مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی چنانچہ باب شیراز کے قید خانہ سے نکل کر اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ عامل نے اصفہان کے علماء کو مخالفت باب سے بدیں صورت دیا کہ شہر میں بابی بکثرت ہو گئے ہیں اگر آپ حضرات مخالفت کریں گے تو فتنہ برپا ہونے کے سوا کوئی نفع متوقع نہیں ہے۔

چنانچہ عامل اصفہان کو جب یہ خبر مل گئی کہ باب فلاں روز اصفہان پہنچ جاوے گا تو ایک دعوت دی جس میں شہر کے علماء اور روساء موجود تھے۔ عامل نے ان کو مخاطب بنا کر کہا کہ ایک عالم کی کوشش کی وجہ سے باب یہاں آنے والا ہے اور فلاں روز یہاں پہنچے گا۔

پھر بہ تصنع علماء سے ہمدردی اور اپنا ہم خیال ہونا ظاہر کرنے کے لئے اس کی آمد پر اظہار تاسف شروع کر دیا۔ یہاں تک اظہار تاسف کیا کہ گریہ و بکاء اور آہ و زاری اور سر پیٹنا شروع کر دیا کہ ہائے افسوس ایک کذاب و مفتری آتا ہے اب بجز اس کے کہ لوگوں کے دین برباد ہوں اور کیا ہوگا۔

حاضرین میں بھی متاثرانہ کیفیت پیدا ہوئی کہ ان کے آنسو بہنے لگے اور رونا کھڑا ہو گیا۔ عامل کی ہمت افزائی شروع کی۔ آپ نائب سلطنت ہیں۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

عامل نے جب یہ دیکھا کہ ان پر میری تدبیر چل گئی اور یہ مجھے اپنا موافق سمجھ گئے ہیں تو ہمدردی اور خیر خواہی سے یہ مشورہ دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ باب کے استقبال کے لئے علماء کا وفد بھی جانا چاہئے اور لاکر پہلے ایک مکان میں اتار کر خیر مقدم کی وہ رسم پوری کی جاوے جو یہاں کا علماء کی ساتھ معمول ہے پھر آخر کو کیسا ہی ہو علوی النسب ہے اور عراق کے متبرک مقامات سے آرہا ہے۔

اس طور پر حیلہ چل جاویگا۔ اور وہ کسی کو مخالف تو سمجھے گا نہیں پھر ہم ایک دن مجتمع کر کے مناظرہ کرادیں گے پھر آپ حضرات اس کے مناسب فتویٰ لکھدیں میں اس پر عمل کروں گا۔

علماء نے اس کی رائے کی تصویب کی اور تدبیر کی داد دی (انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ دوست نما دشمن ہے) اور اس وجہ سے اور بھی سب کو تصویب کے بغیر چارہ ہی نہ تھا کہ تدبیر ظاہر میں تکذیب کی تھی۔ اور عامل پیشتر کہہ چکا تھا کہ ایک عالم کی کوشش سے وہ آرہا ہے۔ پس اگر کوئی انکار کرتا سب کی بدگمانی اسی طرف منتقل ہوتی۔

بالآخر باب کی تاریخ آمد پر وفد علماء و روساء کا بھی استقبال کے لئے گیا اور دار ضیافت میں لاکر ٹھیرایا گیا۔ اور تعظیمی و تکریمی برتاؤ بجالایا گیا اور اپنے مسلک کا اخفار کیا۔ لیکن پھر بھی اس کے کلام سے

شروع ہونے لگا پھر علماء نے درخواست کی کہ ہمیں آپ کچھ تحریر فرمادیں جس سے ہمارے عقائد کی اصلاح ہو سکے۔

چنانچہ باب نے سورۂ کوثر کی تفسیر لکھی اور اس میں اپنی مہدویت اور اپنے دعوے کی صداقت کا اظہار کیا۔

اس تفسیر کو دیکھکر علماء نے قاطبۃً مخالفت کا اظہار کر کے عامل سے وعدہ پورا کرنیکی درخواست کی، اور عامل نے حیل و بہانہ شروع کئے۔ حتی کہ علماء کی مخالفت جب اس درجہ پر پہونچ گئی کہ علماء اور مسلمانوں کی طرف سے عامل کو باب اور بابیوں کے مقتول ہونے اور شورش عظیم برپا ہونے کا قوی اندیشہ ہوگیا۔ تب مجلس مناظرہ منعقد کی گئی اور جب اس میں باب نہ کوئی دلیل پیش کر سکا اور نہ علماء کے کسی سوال کا جواب دیسکا۔ بلکہ جواب میں بھی اگر لکھا تو وہی حسب عادت مناجات و دعا نہ اس میں سوال سے علاقہ نہ جواب سے سروکار اس پر علماء کی بہت بڑی جماعت نے قتل کا فتویٰ دیا۔ اور بہت قلیل جماعت کو جنون کا اشتباہ ہوا۔

عامل کو صورت موجودہ میں بلا تدبیر چارہ نہ تھا جن علماء کی رائے قتل کی تھی انہیں تو یہ جواب دیا کہ بلا اجازت بادشاہ یہ تو میرے اختیار سے خارج ہے۔ بادشاہ سے اجازت لیکر قتل کیا جا سکتا ہے۔ اور قید مجبوراً گوارا ہی پڑا ورنہ بغاوت عامہ ہو جاتی۔ چنانچہ باب کو قید خانہ بھیجدیا گیا لیکن رات کو خفیہ طور پر عامل کے محل میں باب استراحت کرتا تھا اور مشورے باہمی رہتے تھے۔ طہران بھی عامل نے لکھکر بھیجا کہ ایک عالم باب کو یہاں لے آئے ہیں۔ دیگر علماء قتل کا فتوے دیتے ہیں اور مصر ہیں۔ مگر شہر اور اطراف شہر میں بابی کثرت سے ہیں۔ اگر باب کو قتل کیا جاوے گا تو بغاوت کا ہونا یقینی ہے چنانچہ طہران سے بھی قید کا حکم اور قتل کی ممانعت آگئی۔

جب عامل نے حکومت کی طرف سے بھی بے فکری حاصل کی تو باب کو کہدیا کہ آپ بفکر تبلیغ کرائیے اور تالیفات کیجئے۔ چنانچہ اس نے یہ کام شروع کئے۔ اور عامل نے ہر قسم کی اعانتیں دیں اور علماء سے یہ کہدیا کہ بادشاہ نے خفیہ طور پر طہران بلالیا ہے اور وہاں پر قید دائمی کردی۔ اس حیلہ میں خفیہ طور پر باب کو اپنے محل میں ایک سال کچھ ماہ پناہ دی

حتے کہ دفعتاً پیغام اجل عامل کے پاس پہنچا اور اس کی جگہ اس کا بھائی گرگین خان منصب پر تجویز ہوا گو اس کی نسبت بھی مورخین کے اچھے خیالات نہیں ہیں لیکن تاہم اس نے بھائی کی طرح

سلہ اصفہان اور شیراز طہران کے صوبہ تھے۔

باب کا مخفی رکھنا مناسب خیال نہ کیا اور اس کا مآل اپنی مضرت سمجھی۔ اس لئے اس واقعہ کی حکومت کو
اطلاع کی جب حکومت کو اس کی اطلاع ہوئی تو حکومت نے باب کو آذربیجان بلوا کر قلعہ چہریق میں قید کر دیا
باب کے قلعہ چہریق میں قید ہونے کی حالت میں اس کے متبعین اور خواص کی بھی رشوت دیکر
اس کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی باب نے ان کو تبلیغ اور دعوت پر برانگیختہ کیا۔ اور یہ کہا کہ قوت
اور زور اور مار پیٹ سے دین پھیلانا چاہئے۔ اور یہ بھی ان سے کہا گیا کہ ہم عنقریب تمام روئے زمین کے
مالک ہونے والے ہیں۔ اور ہم میں سے جو شخص مر جاوے گا وہ چالیسویں روز زندہ ہو کر اٹھ جائے گا
اور اسی قسم کی ابلہ فریبی کی باتیں تراشیں۔

غرض بابیین نے شورش پھیلانی شروع کی۔ دیہات میں تبلیغ شروع کی اور مار پیٹ شروع کی
اور قتل و قتال اور ڈاکہ زنی شروع ہوئی جس کی وجہ سے محمد شاہ نے اپنے بیٹے ولیعہد ناصر الدین
کو لکھا کہ باب کو تبریز بلا کر علماء کی مجلس میں مناظرہ کرایا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بالآخر مناظرہ
کا وہ نتیجہ ہوا جو سابق مناظرات کے نتائج تھے ظاہر ہے۔ جب شاہ ناصر الدین نے ہر پہلو سے باب
کو مغلوب اور مسکوت اور جواب دینے اور دلائل قائم کرنے سے عاجز پایا تو علماء سے استفسار چاہا۔
علماء کی جماعت میں وہی دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق کفر و ارتداد کی وجہ سے قتل کا قائل دوسرا
فریق جنون و مالیخولیا کی وجہ سے تعزیر و سزا کا ناطق۔ ولیعہد نے قتل میں اختلاف پا کر زد و کوب
اور پٹائی شروع کی۔ جب پٹتے پٹتے ہلاک ہونے کے قریب ہو گیا اور بار بار توبہ شروع کر دی کہ اب
ایسا نہ کروں گا۔ پھر کبھی نبوت کا دعوے نہ کروں گا تب معاف کر کے پھر دوبارہ قلعہ چہریق میں قید کر دیا گیا
اسی اثناء میں محمد شاہ کا انتقال ہو کر ۱۲۶۴ھ میں سلطان ناصر الدین طہران میں تخت نشین ہوا سلطان
کی بیماری کا امتداد سلطنت کا تغیر و تبدل اہل مناصب اور احکام کی رشوت گیری پھر سلطان مرحوم
کا سلطنت میں اپنے چچوں سے نزاع اور انگریزی سازش سے افغانیوں کی بغاوت جس کی وجہ سے
ساٹھ ہزار فوج دو سال تک ہرات کی طرف متوجہ رہی اور خود بادشاہ بھی اکثر وہیں رہے ان امور
اور ان کے علاوہ دیگر امور نے باب اور بابیوں کو اپنی اشاعت اور شورش اور سلطنت سے بغاوت
کا کافی موقعہ دیا۔ اور بابیوں نے ایرانی ممالک میں کافی شورش پھیلا کر سلطنت سے مقابلہ کیا۔

یہ تو ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں کہ قلعہ چہریق میں رشوت گیری حکام کی سبب بن رہی تھی کہ باب کے
خواص بخوبی باب سے مل سکتے تھے۔ چنانچہ باب کے بہت مخصوص لوگوں میں تین آدمی تھے جنہوں
نے اشاعت مذہب اور مقابلہ سلطنت اور تبلیغ مذہب میں جو بابیت سے انکار کرے گھر جلا دینا مال

لوٹ لینا۔ بدن میں گرم کیلیں ٹھوک دینا ناک کاٹ لینا نہ عورتوں پر شفقت کرنا نہ بچوں پر رحم کام میں لانا اور اسی طرح کے ایسے ایسے فتنہ بپا کئے جو صفحہ ہستی پر یاد کے قابل ہیں۔ وہ مخصوص تین آدمی یہ ہیں (۱) ملا حسین بشرویہ۔ خراسانی۔ باب نے ان کو پختہ پاکر مبلغ اور نائب بنایا تھا اور باب الباب کا اس کو لقب عطا کیا تھا۔ چنانچہ بہاؤ اللہ اپنی کتاب الایقان میں صفحہ ۱۰۸ پر لکھتا ہے۔ از ان جملہ جناب ملا حسین است کہ محل اشراق شمس ظہور شدند۔

(۲) مبلغ ملا محمد علی مازندران اور طبرستان اور جیلان میں تبلیغ کرتا تھا۔

(۳) ایک عورت موسوم بہ زرین تاج جس کو باب نے قرۃ العین کا اور بابیوں نے بدر الدجےٰ اور شمس الضحےٰ کا لقب دیا تھا۔ اور بہاء اور بھائیوں نے صدیقہ اور طاہرہ سے موسوم کیا تھا۔

یہ عورت اپنے خاوند اور والدین کو چھوڑ کر باب پر فریفتہ ہوئی۔ اور بابی تبلیغ میں مشہور ہوئی۔ پردہ ترک کر دیا۔ اور یہ کہا کرتی تھی کہ ایک عورت کو نو خاوند و شوہر کرنے کا حق ہے۔ غرض عورت ہونا پھر جوان و حسین ہو کر آزادی کا جامہ پہننا اس کی وجہ سے بھی ہزاروں اس کے پھندے میں آ گئے

قتل باب

جب سلطان ناصر الدین کو تخت نشینی کے بعد نزاعات سلطنت سے فی الجملہ یکسوئی و اطمینان ہوا تو فتنہ بابی کی طرف متوجہ ہوا۔ جو ملک کے ہر سمت میں پھیل چکا تھا۔ چنانچہ ملا حسین کے ساتھ مقابلہ تک کی نوبت آئی اور ہزاروں بابی اور سینکڑوں لشکری مختلف جگہ مقتول ہوئے بالآخر سب فتنہ دبا کر پھر یہ حتمی طور پر قرار پا گیا کہ باب کی سزا بجز قتل کے کچھ نہیں۔ چنانچہ باب اور ملا محمد علی کو ایک ساتھ روز دوشنبہ ۲۷ شعبان ۱۲۶۵ھ اور بقول بابیین ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ کو نشان سے باندھا گیا اور عیسائی سپاہ کو فائر کا حکم دیا گیا۔

اس فائر نے زنجانی کا کام تو تمام کر دیا۔ مگر باب کا استدراج تھا کہ اس کو ایک بھی گولی نہ لگی بلکہ جب ایک گولی اس رسی میں لگی جس میں وہ جکڑا ہوا تھا۔ اور وہ ٹوٹ گئی تو باب بھاگ کے کوٹھڑی میں جا چھپا اور کہنے لگا کہ یہ میری کتنی بڑی کرامت ہے کہ ایک بھی گولی مجھ کو نہیں لگی۔ مگر حکام کی تاکید سے پھر گرفتار کر لیا گیا اور چند گھونسے مار کر دوبارہ فائر کیا گیا۔ جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ اور گولیوں کے نشان سے بدن چھلنی بن گیا۔ اور قتل کے بعد لاش بازاروں میں گھسیٹی گئی اور خندق میں ڈالدی گئی تاکہ جانور کھالیں اور کافی ذلت ہو۔

تالیفات باب

(۱) تفسیر سورۂ یوسف مگر واقع میں اس کا نام تفسیر ہونا کسی صورت سے زیبا نہیں تحریف سورۂ یوسف تو بجاے آپ لکھتے ہیں۔ کہ یوسفؑ کے خواب سے کہ میں نے گیارہ تارہ اور چاند سورج کو سجدہ کرتے دیکھا، یہ مقصد ہے کہ یوسف سے حسینؑ اور چاند سورج سے محمد اور علی اور گیارہ تاروں سے گیارہ امام مراد ہیں کہ رکوع سجدہ میں حسینؑ پر روتے ہیں۔ یہ ہے وہ تفسیر جس میں چیتیاں بھرا ہے اس تفسیر کے وسط میں اپنے نائب مہدی ہونے کا دعوے ہے اور آخر میں خود مہدی اور حضور سے افضل بن بیٹھے (۲) رسالہ طرز صحیفہ سجادیہ پر (۳) شرح سورۂ عصر (۴) نبوت خاصہ (۵) قدوس اسماء (۶) بیان۔

رد باب

میں کہتا ہوں کہ باب نے جو کچھ آیات میں تحریف کی ہے جس کا سابق میں ذکر آچکا ہے آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان معانی سے واقف تھے یا نہیں (اس لئے کہ سنہ ۱۲۶۰ھ تک تو حضور کی نبوت کے وہ بھی قائل ہیں بعد میں نسخ کا دعوے ہے)

اگر یہ کہو کہ حضور واقف تھے۔ تب یہ سوال ہوگا کہ حضور نے تبلیغ ان معانی اور حقائق کی کی اور ظہور باب کی فرمائی یا نہیں۔ یہ کہنا تو چل نہیں سکتا کہ تبلیغ فرمائی ہو اور ہم تک نہ پہنچی ہو اس وجہ سے کہ بعثت سے ۲۳ سالہ زندگی تک جملہ واقعات اور جملہ ارشادات مدون ہو کر ہم تک پہنچ جاویں۔ پھر یہی مخفی رہتے۔ اور پھر ایسے معرکتہ الآرا واقعات جن کا نہایت محکم طور پر ہم تک پہنچنا ضرور تھا۔ کیونکہ قیامت اور حشر و نشر اور جنت دوزخ کے ذکر سے قرآن پُر ہے پس اگر ان سے باب اور اس کی اتباع ہی مراد تھی تو حضور نے بھی احادیث میں بکثرت بیان فرمایا اگر زیادہ حصہ ہم تک منقول نہ ہوتا تو قلیل ہی سہی کیا صرف یہی باقی رہ جاتا کم سے کم سند ضعیف یا مخبر کی روایت ہی سے منقول ہوتے۔

رہا یہ امر کہ تبلیغ ہی نہ کی ہو تو پھر یہ عدم تبلیغ کی باعث آپ کی ذات مبارک ہے یا امر خداوند تعالیٰ بھی تھا حضور کی ذات اور دیگر انبیاء سے کتمان تبلیغ متصور ہی نہیں جبکہ وہ معاصی سے معصوم ہیں اور ان کی عصمت پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ قائم ہیں۔ اور ان کی بعثت کی اصل غرض تبلیغ ہی ہے اور وہ مامور بھی اسی کے لئے ہیں۔ اور قصہ حجتہ الوداع میں اکیس ہزار کے مجمع میں علانیہ

یہ ارشاد فرما دیا تھا۔ الاھل بلغت کیا میں نے تبلیغ نہیں کی۔ اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ موجود غائب کو مطلع کردے

رہا یہ امر کہ خدا کی طرف سے ہی تبلیغ کا حکم نہ ہوا بلکہ یہ بھی منجملہ انہیں احوال و امور کے ہو جو ہم سے مخفی رکھے گئے جیسے حروف مقطعات وغیرہ۔

تو یہ اس لئے باطل ہے کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جملہ ما انزل کی تبلیغ پر مامور تھے چنانچہ ارشاد ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی اے رسول جو کچھ خدا کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے (سب کی) تبلیغ کیجئے۔ تو اس آیت میں سب ما انزل کی تبلیغ کا حکم ہے اگر خدا کی طرف سے بعض کا حکم نہ ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ فلاں فلاں کی تبلیغ کیجئے۔ اور حروف مقطعات وغیرہ کے گو معانی نہیں بتلائے گئے تو اس کے معانی میں غور و فکر کا ہم سے مطالبہ ہی نہیں بلکہ ممانعت ہے۔ برخلاف آپ کے دعوے کے۔

بس ایک شق باقی رہی کہ قرآن سے یہ معانی جو باب نے بیان کئے ان کی نہ حضور کو اطلاع ہوئی اور نہ حضور نے کسی کو اطلاع دی جو آج ہم تک وصول ہوتا۔

رہا صرف یہ امر کہ حضور سے مخفی رکھا گیا تو اولاً تو ان آیات کا نزول بیکار اور عبث ہوگا دوسرے دین اسلام کی تکمیل کے کوئی معنی نہیں تیسرے حضور کو خاتم النبیین نہیں کہا جا سکتا جو قرآن و احادیث کے خلاف ہے۔

قتل باب کے بعد بابیوں کی مستی

باب کے قتل کئے جانے کے بعد بابی اطراف و اکناف میں منتشر ہو گئے اور گو بابیوں کا شیرازہ جمعیت پراگندہ ہو گیا مگر بابی اپنی خصائص اور عادات سے دست کش نہ ہوئے۔ چنانچہ باب کے واقعہ قتل کے ایک برس بعد دو پرجوش بابیوں نے ناصر الدین شاہ والی ایران پر قاتلانہ حملہ کیا اس تمرد و سرکشی اور اس سفاکانہ حرکت نے حکومت ایران کا پیمانۂ صبر و تحمل لبریز کر دیا اور حکومت ایران نے مملکت ایران کو شر و رو فتن کی آگ سے بچانا ضروری سمجھا اور بابیوں کو پکڑا اور غارتگری شروع کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابیوں کو ادھر ادھر منتشر ہو جانا پڑا۔

بہاء اللہ کی آمد

باب نے اپنی بعض تصانیف میں یہ پیشین گوئی یا وصیت کی تھی کہ اس کی موت کے بعد مسند خلافت پر مرزا یحیٰے متمکن ہوگا۔ جس کا لقب صبح ازل ہوگا۔

مرزا یحیٰے ملقب صبح ازل کے برادر اکبر مرزا حسین معروف بہاء اللہ ہیں۔ مرزا حسین معروف بہاء اللہ اپنے برادر خورد مرزا یحیٰے کی مسند نشینی سے خوش نہ تھے اور اس بحر تفکر میں غوطہ زن تھے کہ کسی طرح تخت خلافت پر خود قابض و متصرف ہو جائیں۔

نہایت غور و فکر کے بعد آخر اس میں کامیاب ہو گئے اور اپنے برادر خورد صبح ازل کو یہ سبز باغ دکھلایا کہ آپ کی ذات والا صفات نہایت قیمتی اور قابل قدر ہستی ہے اور مخالفت کا بازار گرم ہے یعنی ناصر الدین بکر و نیکی فکر اور تلاش میں ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ کچھ مدت کے لئے آپ عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ حالات موافق اور قضاء خوشگوار تھی۔ اس لئے یہ تیر خالی نہ گیا اور صبح ازل نے پردہ نشینی کا تحفہ قبول کر لیا۔

صبح ازل کے زمانہ گوشہ نشینی میں بہاء اللہ معتقدان صبح ازل کی اسطرح دلجوئی کرنے لگے کہ صبح ازل موجود ہیں مگر ان کو یہ مادی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں عوام کی آنکھوں پر چونکہ حسن عقیدت اور توہم کا حجاب پڑ چکا تھا لہذا یہ افسوں کارگر ہو گیا۔

بابیوں نے ایران کے بعد شر و فساد کی آگ بغداد میں روشن کر رکھی تھی اور انکے ضرر و فتن کا مرکز اب بغداد قرار پایا تھا۔ اس لئے حکومت ایران نے حکومت عالیہ ترکیہ سے مشورہ کر کے مرزا یحیٰے معروف صبح ازل اور مرزا حسین معروف بہاء اللہ کو آدرنہ میں جلاوطن کرا دیا۔

آدرنہ پہنچکر جب جان کے خطرات مٹ گئے اور حکومت عالیہ ترکیہ کے سایۂ عاطفت میں کوئی خدشہ باقی نہ رہا تو صبح ازل کے ہوش و حواس درست ہوئے۔ اب صبح ازل کی آنکھ کھلی اور اپنی امانت متاع خلافت اپنے برادر و وزیر بہاء اللہ سے طلب کی۔

بہاء اللہ جس نے نہایت کد و کاوش اور عیاری سے تخت خلافت پر قبضہ کیا تھا کب اس نعمت عظمےٰ سے دست بردار ہو سکتا تھا۔ چنانچہ بہاء اللہ نے مسند خلافت کی واپسی سے صاف انکار کر دیا اب دونوں بھائی سلطان و وزیر میں جنگ کی ٹھن گئی مخالفت و عداوت کا بازار گرم ہوا ایک دوسرے کی جان کا گاہک اور خون کا پیاسا بن گیا ان دونوں برادر کی جنگ و جدل اور کشمکش و آویزش میں بابیت کے پیراہن کے دو ٹکڑے ہو گئے اور بابی دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

بابی ازلی۔ جو صبح ازل کے حامی اور طرفدار تھے وہ بابی ازلی کہلائے۔

بابی بہائی جو بہاء اللہ کے پیرو رہے وہ بابی بہائی کہلائے۔

بابی خالص۔ صرف باب کے پیرو اور طرفدار بابی خالص کہلاتے ہیں۔

گو اس جنگ میں وہ قصر ضلالت جس کو باب نے تعمیر کیا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ مگر ضلالت کے کیڑے بدستور اس کے ہر حصہ میں چمٹے رہے اور اس درس گمراہی کو کسی نے فراموش نہیں کیا جس کو مرزا علی محمد باب کے دماغ نے اختراع کیا تھا جب یہ دونوں بھائی (صبح ازل و بہاء اللہ) اور ان کے اتباع آپس میں لڑنے بھڑنے لگے اور گشت و خون کے بازار گرم ہو جانے کا قوی احتمال پیدا ہو گیا تو حکومت عالیہ ترکیہ نے مناسب سمجھا کہ ان دو جھگڑالو مدعیان نبوت کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ حکومت نے صبح ازل اور اس کے حامیوں کو قلعہ ماغوسا واقع جزیرہ قبرص میں قید کر دیا اور ان کی نگرانی اور حفاظت پر بہائیوں کو متعین کر دیا۔ بہاء اللہ اور اس کے اتباع کو شہر عکہ واقعہ ملک سیریا کے قید خانہ میں محبوس کر دیا اور ان کی حفاظت پر ازلیوں کو مقرر کیا۔

یہ سب تدابیر بند و سلاسل حبس و قید ان کی خیر اندیشی اور حفاظت کے خیال سے عمل میں لائی گئیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دو منچلے نبی تقسیم ترکہ امت میں اپنی جان پر نہ کھیل جائیں۔

بہائیوں کی تفریق

بہاء اللہ نے گذشتہ تجربات کے بنا پر یہ بہتر سمجھا کہ خلافت اور جانشینی کا مسئلہ خود طے کر دے تاکہ اس کے پیرو اس کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے تقسیم ترکہ میں دست و گریبان نہ ہوں۔

چنانچہ بہاء اللہ نے اپنے ایام زندگی میں اپنے والد اکبر مرزا عباس آفندی کو اپنا خرقۂ خلافت عطا کر دیا اور ان کا لقب غصن اللہ الاعظم رکھا۔ بہاء اللہ کی وفات کے بعد مرزا عباس نے اپنا لقب عبد البہا اختیار کیا۔ مرزا عباس آفندی نے جب بہائیوں کے پیمانۂ عقیدتمندی کا انداز لگا لیا تو بہاء اللہ کی شریعت میں قطع و برید شروع کر دی اور یہ دعوے کر دیا کہ میں یہ سب کھیل وحی کے ایما پر کھیلتا ہوں۔

آپ کی اس بیجا جرأت اور اس غیر متوقع حرکت نے مرزا محمد علی ملقب غصن اللہ الاکبر کو برافروختہ کر دیا اور آتش عداوت اس قدر مشتعل ہوئی کہ قصر بہائیت اس کے شعلوں سے جل کر خاکستر ہو گیا اور مرزا عباس اور انکے اتباع کے کفر و ضلالت فسق و عصیان پر بہائیوں نے اتفاق کر لیا آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا عباس آفندی کی حرکات اور ان کی حذف و ترمیم تبدیل و تنسیخ نے بہائیوں کو دو

ع باب نے اپنے مذہب کی مدت عمر ایک ہزار سال مقرر کی تھی اور اس قبل اسمیں ترمیم و تنسیخ کو ناممکن قرار دیا تھا اس لئے مرزا محمد علی نے مرزا عباس کو بہاء اللہ کا مخالف تصور کیا انکے کفر کا فتوی صادر کیا۔۱۲

جماعت میں تقسیم کر دیا۔

بھائی ناقص یا بھائی علوی۔ مرزا محمد علی کے پیرو بھائی ناقص یا علوی کہلاتے ہیں۔

بھائی مارق یا عباسی مرزا عباس آفندی کے پیرو بھائی مارق یا عباسی کہلاتے ہیں گر بابی مذہب کے اجزاء وجود منتشر ہوگئے اور برخلاف قانون قدرت یہ تحریک اپنے بانی کے آغوش تربیت ہی میں تفرق وتشتت کے ہلاکت خیز سیلاب میں غوطہ کھانے لگی۔ مگر یہ سب کے سب دعوے نبوت اور الوہیت، توہین رسالت، تخریب نوامیس مذاہب، تکسیر جذبات فطرت میں ایک ہی شاہراہ پر گامزن رہے۔ اور سب سے تعجب خیز یہ قصہ ہے کہ باب نے بیان کے صد ۲۲ پر یہ صاف کہا ہے کہ میرے ظہور سے دو سو اکتیس سال تک کوئی نبوت کا دعوے کرنے کا اہل نہیں اور جو اس سے قبل دعوے کرے اُسے قتل کر ڈالو۔ لیکن بابی پھر بھی بہاء اور صبح ازل کے معتقد بنے حالانکہ بہاء نے شریعت باب کے بیحد خلاف کیا اسی طرح بہاء نے اپنی کتاب اقدس میں اس کی تصریح کی ہے کہ جو ایک ہزار سال سے قبل اس کا دعوے کرے وہ مفتری اور کذاب ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ لیکن باوجود اس کے مرزا عباس نے بہاء کی اس تصریح کے بعد اپنے باپ کے احکام میں تغیر و تبدل کیا۔ غرض اگر باب کی تصریح صحیح تھی تو بہاء کا دعویٰ صحیح ہے ورنہ بہاء جھوٹا ہے اور اگر باب جھوٹا تھا تو بہاء اس وجہ سے جھوٹا ہے کہ وہ اس کا مصدق ہے۔ اسی طرح بہاء اور مرزا عباس اگر بہاء سچا تھا تو عباس کا دعوے غلط ہے اور اگر عباس کا دعوے صحیح ہے تو وہ کاذب کا مصدق ہونے کی وجہ سے کاذب ہے۔

بھائی طریق دعوت

یہ امر کچھ کم حیرت افزا اور تحیر خیز نہیں ہے کہ بھائی جس مذہب اور جن اصول کو الہامی اور جس کتاب کو دنیا کے لئے ہدایت نامہ تصور کرتے ہیں۔ اس کی تبلیغ اور اشاعت پر علانیہ جرأت نہیں کرتے بلکہ خفیہ طور پر ہندوؤں میں ہندو۔ یہودیوں میں یہودی۔ مجوسیوں میں مجوسی۔ عیسائیوں میں عیسائی بدھوں میں بدھ۔ اور مسلمانوں میں مسلمان بنکر اپنے اباطیل واضالیل کی غیر محسوس طور پر اخفا کی فضاء میں قلوب انسانی میں تخم ریزی کرتے ہیں اور امور ذیل کے تیز آلات سے دیگر مذاہب پر حملہ آور ہوتے ہیں

(۱) ہم خیال بنکر مذہبی اصول میں تذبذب پیدا کرنا اور قلوب انسانی میں شکوک وشبہات کی تخم ریزی کرنا۔

(۲) جس مذہب کے اشخاص پر حملہ کرنا ہو اُس کے علمار کے متعلق ہر قسم کے بہتان و افترار سے سوء ظنی پیدا کرنا۔

(۳) تمام علمار کو جاہل اور حقائق و معارف سے بے بہرہ قرار دینا اور مذہبی ارشادات کی تاویل خلاف اصول موضوعہ علمی اصول کے خلاف کرنا۔

بابی جب ان منازل سے خیر وخوبی کے ساتھ گذر جاتے ہیں تو بہار اللہ کو مہدی۔ مسیح۔ کرشنا اور موعود الامم کے پر شوکت لباس میں پیش کر دیتے ہیں اور پھر بتدریج بہار اللہ کو تخت الوہیت پر بٹھاتے ہیں۔

بہائیوں اور بابیوں کا یہ انوکھا طرز تبلیغ نہایت مضحکہ خیز۔ حیرت افزا اور تہذیب اخلاق ودیانت سے کوسوں دور ہے اور دنیا کا کوئی مذہب اس مضحکہ خیز راہ پر چلنا پسند نہیں کرتا۔

ہر ذی فہم انسان ان کے طرز عمل اور طریق کار سے اس نتیجہ پر پہونچنے میں مجبور ہے کہ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

بہائی تحریک کا دامن چونکہ صداقت اور راستی سے کورا ہے۔ اس لئے وہ اپنے خیالات کی علانیہ تبلیغ میں پس وپیش کرتے ہیں۔ بلکہ البیان۔ کتاب اقدس جو ان کی الہامی اور مذہبی کتابیں ہیں ان کو نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ چشم دنیا سے مخفی رکھتے ہیں۔ کیا بہائی امت اس اخفار کی کوئی وجہ بیان کر سکتی ہے۔

بابی اور بہائی شریعت اور ان کے عقائد

(۱) بہار اللہ کو دعوے ہے کہ وہ خدا ہے اور اُسی نے جملہ انبیار اور رسل کو بھیجا پھر باب کو اپنے ظہور کے قریب بھیجا ان عقائد کو مبلغین کے ذریعہ سے جملہ ممالک میں شائع کئے (نعوذ باللہ) اور بہائی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

یا ملاء الانشاء اسمعوا نداء مالک الاسماء انہ ینادیکم من شطر سجنہ الاعظم انہ لا الہ الا انا المقتدر المتکبر المسخر المتعالی الحکیم انہ لا الہ الا ہو المقتدر علی العالمین ویشاء یاخذ بحکم من عندہ ایاکم	اے جماعت سنو مالک اسمار کی صدا وہ پکارتا ہے تم کو اپنے عالی شان قید خانہ کے کنارے سے کہ نہیں ہو کوئی معبود مگر میں مقتدر متکبر مسخر متعالی حکیم کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ قدرت والا مخلوقات پر اگر چاہے تو پکڑ لے دنیا کو اپنی حکمت سے بچاؤ اور ڈرو تم اس سے کہ توقف اور تامل کرو اس امر

ان تتوقفوا هذا الامر الذی خضع له الملا الاعلی واهل مدائن الاسماء اتقوا الله ولا تکونن من المحتجبین احرقوا الحجبات بنار حبی والسبحات بهذا الاسم الذی سخرنا به العالمین۔	بہاء اللہ کی الوہیت امیں جس کے مطیع و منقاد ساکنان آسمان ہیں تو ڈرو تم اللہ سے اور نہ ہو تم محجوب لوگوں میں سے۔ جلادو تم پردوں کو زندگی کی آگ اور خدا کی تقدیس سے اس اسم کی مدد سے جس کے ذریعہ ہم نے عالم کو مسخر کیا۔

اس عبارت سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ بہاء اللہ نے نہایت بیباکی کے ساتھ الوہیت کا دعوے کیا کیونکہ قید خانہ میں بہاء اللہ ہی زندگی کے ایام پورے کر رہے تھے اور وہیں سے اپنے حواریوں اور مریدوں کو پکارتے تھے۔

تعجب ہے کہ جو شخص عمر بھر جلاوطنی کے مصائب جھیلتا رہا ہو اور قید خانہ کے اندر نہایت ذلت و بیکسی کے عالم میں جان دی ہو وہ خدائی کا دعوے کس منہ سے کرتا ہے۔ دنیا کو ایسے عاجز کمزور اور بیکس خدا کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا تو قادر و قیوم حی خدا کی حاجتمند ہے۔ ایسا بیکس اور لاچار خدا بھائیوں کو مبارک رہے۔ کیا یہی حقائق و معارف ہیں جن پر بہائی اصحاب اتراتے ہیں؟

(۲) بہاء اللہ بہائیوں کے نزدیک تمام انبیاء حتی کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔

بہاء اللہ جس نے نہایت عیاری کے ساتھ اپنے بھائی صبح ازل کی مسند خلافت کو غصب کرلیا اور اباطیل و اضالیل کے اختراع میں اس کا قدم پیش در پیش رہا تعجب ہے کہ بہائی اس کو تمام انبیاء کرام سے افضل جانتے ہیں۔ جس شخص کا مشغلہ مکر و کید اور استیلا ہو تو معمولی انسان کا بھی ہم پلہ نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام۔

بہائی اصحاب کو چاہئے کہ اپنے معبود بہاء اللہ کو اس کے آثار زندگی اور اعمال سے پہچانیں۔

(۳) تمام انبیاء کی آمد بہاء اللہ کی آمد کی تمہید تھی اور تمام انبیاء حقائق و معارف سے کورے اور نا آشنا تھے جو اسرار انبیاء پر مکتوم رہے۔ بہاء اللہ نے آکر ان سے حجاب دور کر دیا۔

دنیا کو ان حقائق و معارف کی ضرورت نہیں جن کا انکشاف بہاء اللہ کے دماغ ماؤف پر ہوا ہے دنیا خدا پرستی کی محتاج اور عالم انسانی خدا کے وصل کا متلاشی ہے وہ انسان پرستی کی دلدل میں پھنسنا نہیں چاہتا اور اس پر نفرت و حقارت کی نظر ڈالتا ہے۔

بہاء اللہ نے جن حقائق و معارف کا چہرہ بے نقاب کیا وہ حقائق اور معارف نہیں بلکہ

وساوس شیطانی ہیں جن کی تبلیغ اور اشاعت میں ذریات ابلیس ہمیشہ سرگرم کار ہے۔
(۴) بہاء اللہ حشر و نشر اور قیامت کے منکر ہیں۔ بہائی کہتے ہیں کہ قیامت سے مراد اقوام وملل کی موت اور بہاء اللہ کی آمد مراد ہے۔
دنیا اس معمہ کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ بہاء اللہ نے قیامت کے یہ انوکھے معنی کس لغت سے اخذ کئے ہیں۔ کیا بہائی اس حجاب کو دور کریں گے؟

نماز

نماز ۹ رکعات ہیں۔ اور اوقات نماز تین ہیں۔ صبح۔ شام۔ وقت زوال۔ قبلہ مقام عکہ ہے۔ جہاں بہاء اللہ ایک قید کی زندگی بسر کر رہے تھے۔
جماعت کے ساتھ نماز ممنوع ہے۔
ایک ماہ کا روزہ فرض ہے مگر بہائیوں کا ماہ ۱۹ دن کا اور سال ۱۹ ماہ کا ہوتا ہے۔

ایام المباح

شہر صوم سے پیشتر پانچ دن ایام مباح کے مقرر ہیں جن میں ہر قسم کے لہو و لعب اور منکرات جائز ہیں۔

حج

حج صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں مگر حج شہر عکہ کا فرض ہے نہ کہ مکہ کا۔

---

(۱) ایام مباح کی اختراع اور ایجاد اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ باب اور بہاء اللہ کے تعلیمات کا ماخذ اور سرچشمہ مزدکی تعلیمات ہیں اور انکی تحریرات فرقہ مزدکیہ کے خیالات کا آئینہ ہیں جس پر نہایت خوبی کے ساتھ الہام کا روغن مالش کر دیا فرقہ مزدکیہ نوشیروان عادل کے عہد طفولیت میں پیدا ہوا تھا جنہے زمین۔ زن۔ زر کو ملکیت عامہ قرار دیا تھا جس کا استیصال نوشیروان عادل کے وقت عدالت نے ضروری سمجھا ۱۲ (۲) آج حقوق نسوانی کی حمایت کا دنیا میں شور برپا ہے مگر بہاء اللہ نے ان کے حقوق کو پامال کر دیا اور روحانیت اور اجتماع اعظم کے ایک عظیم الشان فوائد سے محروم کر دیا۔ ۱۲
(۳) اسلام نے انسانی فلاح و بہبود کے نقطہ نظر سے نماز باجماعت مقرر کی تھی تاکہ دن میں پنج دفعہ تبادلہ خیالات اور حل مشکلات میں معین ثابت ہو مگر اس مدعی نبوت نے اجتماع انسانی کے پیرہن کو چاک کر دیا اور ان فوائد کو پامال کر دیا جو اجتماع کا لازمی نتیجہ ہیں۔ ۱۲

تعداد ازدواج

نکاح دو عورتوں تک جائز ہے اس سے زیادہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قد کتب علیکم النکاح ایاکم ان تجاوزوا عن الاثنتین	تم پر فرض کیا گیا نکاح! اپنے کو دو عورتوں سے تجاوز کرنے سے بچاؤ۔

باب کے نزدیک عورت و مرد کی رضامندی سے نکاح منعقد کیا جاتا تھا۔ مگر بہاء اللہ نے اس کو رد کر دیا چنانچہ بہاء اللہ کتاب اقدس کے صد۲۳ میں لکھتے ہیں

انہ[1] حدد فی البیان برضاء الطرفین انا لما اردنا المحبة والوداد واتحاد العباد لذا علقناه باذن الابوین بعدهما لئلا تقع الضغینة والبغضاء ولنا فیه مآرب اخری وکذلک کان الامر مقضیا	بیشک اس باب نے محدود کردیا ہے نکاح کو رضاء طرفین (عورت و مرد) پر لیکن جب کہ الفت و محبت کا ارادہ کیا تو نکاح رضاء طرفین کے بعد ماں باپ کے اذن پر معلق کردیا تاکہ بغض و کینہ نہ پیدا ہو اور اسمیں ہماری دوسری مصلحتیں بھی ہیں اور اسی طرح حکم مقدر ہو چکا تھا۔

اسقاط الحجاب

باب نے پردہ کا حکم اٹھا دیا اور متعہ کو حلال کیا۔

طلاق

بھائی شریعت میں طلاق کی تعداد انیس ۱۹ ہے[2] مرد انیس ۱۹ طلاق تک رجوع کا حق رکھتا ہے اس کے بعد رجوع نہیں کرسکتا۔ منجملہ دیگر اقسام طلاق بہائیوں کے یہاں ایک عجیب و غریب طلاق جس کو فسخ نکاح کہنا زیادہ موزوں ہوگا مروج ہے اور اس کی صورت یہ ہے

[1] باب نے انعقاد نکاح کو صرف عورت و مرد کی رضامندی پر منحصر رکھا تھا مگر بہاء اللہ نے اس پر ماں باپ کی اجازت کا اضافہ کر دیا۔ ۱۲ (دنیا اس معمہ کو حل کرنے سے قاصر ہے کہ نکاح جب عورت و مرد کی رضامندی پر منحصر ہے تو زنا اور اسمیں کیا فرق رہ جاتا ہے کیا کوئی بابی بہائی اس معمہ کو حل کریگا؟

[2] اسلام نے طلاق کی تعداد گھٹا کر ۳ پر محدود کردی تھی مگر بہاء اللہ نے پھر اس میدان کو وسیع کردیا۔ اور تذلیل نسواں کے لئے دور جاہلیت کی طرف پھر دنیا کو واپس لے گئے ۱۲

کہ جب کوئی شخص سفر کے لئے روانہ ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنی بی بی سے آنے کی مدت مقرر کرجائے اگر اس کے بعد مدت متعین شدہ پر مرد حاضر نہ ہو سکتا ہو تو عورت کو اس عذر کی[۱] اطلاع دے جو درپیش ہے اور ایفاء عہد میں سدراہ ہے پس اگر مرد دونوں امر میں قاصر رہے تو عورت کو اختیار ہے کہ ۹ ماہ اور انتظار کرکے بعد عقد ثانی کرلے۔

محارم نکاح

بہائی شریعت میں ماں[۲] اور دادی کے سوا تمام رشتہ داروں کے ساتھ مناکحت جائز ہے ملاحظہ ہو

قد حرمت علیکم ازواج آبائکم انا نستحیی ان نذکر حکم الغلمان اتقوا الرحمان یا ملا الایقان ولا ترتکبوا ما نهیتم عنه فی اللوح ولا تکونوا فی هیما الشهوات من الهائمین۔	بیشک حرام کردیا ہے تم پر تمہارے آباء کی عورتیں میں شرم کرتا ہوں کہ بچوں (لواطت) کا حکم بیان کروں ڈرو رحمان سے اے جماعت صاحب ایقان اور مرتکب نہ ہو اسکے جس سے منع کیا ہے تم کو الواح میں اور مدارج شہوات میں سرگشتہ و حیران مت پھرو

اس عبارت سے صاف طور پر دو امر ثابت ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ ماں اور دادی کے سوا تمام رشتہ داروں بہن بیٹی، بہو ساس۔ خالہ پھوپھی وغیرہ کے ساتھ بہائیوں کے نزدیک مناکحت جائز ہے۔

کیونکہ معرض بیان اور وضع آئین میں کسی شئے کی تخصیص دوسرے کے اخراج کی بین اور روشن دلیل ہے۔ پس جبکہ مسئلہ تحریم نکاح کے موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے صرف ازواج آباء کی حرمت کی تخصیص کی گئی اور اسی پر اکتفا کرلیا گیا تو اس سے اس نتیجہ پر پہنچنا ضروری ہے کہ ماں اور دادی کے سوا تمام رشتہ داروں کے ساتھ بہائیوں کے نزدیک مناکحت جائز اور حلال ہے چنانچہ صاحب مفتاح باب الابواب کو بھی اس امر کا تیقن ہے کہ اس عبارت سے تمام محارم کے ساتھ

[۱] بہاء اللہ نے اس عذر حقیقی کا کوئی معیار نہیں بتلایا ہے جو فسخ نکاح کیلئے سدراہ ہو سکے اب یہ بہت ممکن ہے کہ جس عذر کو مرد نے حقیقی عذر تصور کیا ہو عورت اس کو صحیح نہ تصور کرے اور محض مدت مقررہ کے گذرنے پر عقد کرلے اور مرد بیچارا منہ تکتا رہ جائے ۱۲ [۲] اس انوکھی تعلیم سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ بہاء اللہ فرقہ مزدکیہ کے خفیہ مبلغ تھے۔ کیونکہ مزدک نے زن۔ زمین۔ زر کو اشتراک عمومی قرار دیا تھا۔ پس بہاء اللہ نے ماں کو خارج کرکے دیگر محارم کے ساتھ اس کے نقش پا کی پیروی کی ۱۲

نکاح کی اجازت ثابت ہوتی ہے اور جناب بہاء اللہ صاحب کے ولد اصغر مرزا محمد علی صاحب کی مرزا عباس کے ساتھ بڑی وجہ مخالفت یہی مسئلہ تھا۔

مرزا عباس نے دنیا کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر اس مسئلہ میں بہاء اللہ کے خلاف مرضی اور ان کی تحریرات کی خلاف ورزی کر کے اس مسئلہ میں ترمیم کر دی تھی جس پر ان کے برادر خورد مرزا محمد علی اور دیگر پیروان بہاء اللہ نے اس قطع و برید کو بہاء اللہ کے منشاء کی صریح خلاف ورزی تصور کر کے علم بغاوت بلند کر دیا اور بہائی مرزا عباس کے تضلیل و تکفیر پر متفق ہو گئے اور اسی ایک اہم مگر ناگوار تبدیلی نے بابیت بہائیت کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

دوم یہ کہ لواطت جس کی مذمت اور برائی بیان کرنے میں دنیا کے کسی مذہب نے پس و پیش نہیں کیا اور جس کی قباحت اور مضرت کے تباہ کن نتائج بیان کرنے میں کسی مقنن کا قلم نہیں رکا جناب کا آبگینہ حیا اس کے تذکرہ سے چکنا چور ہوتا ہے اور آپ کا تیز رفتار قلم اس کی شناعت اور قباحت بیان کرنے میں تھک جاتا ہے اور آپ کی شریعت مخترعہ کوئی دفعہ اس فعل قبیح کے مرتکبین کے لئے وضع کرنے کی جرأت نہیں کرتی۔

ہر ذی فہم انسان غور کر سکتا ہے کہ ایسے فعل قبیح اور امر شنیع کی ممانعت سے احتراز اور گریز کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

احکام الزنا

قد حکم الله لکل زان وزانیة دیة مسلمة الی بیت العدل وهی تسعة مثاقیل من الذهب وان عاد مرة اخری عودوا بضعف الجزاء هذا ما حکم به مالک الاسماء فی الاولی و الاخرة قدر لهما عذاب مهین	بیشک حکم دیا ہے اللہ نے ہر زانی اور زانیہ کو تاوان کا داخل کرنا بیت العدل میں اور اس تاوان کی مقدار ۹ مثقال سونا ہے اور اگر دوبارہ عود کرے تو دونا کر دو اس تاوان کو (یعنی ۱۸ مثقال کر دو) یہ حکم مالک اسماء نے دنیا میں دیا ہے اور آخرت میں اس کیلئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے

اگر کوئی پہلی مرتبہ زنا کا ارتکاب کرے تو ۹ مثقال اور اگر دوبارہ اس فعل شنیع کا مرتکب ہو ہو تو اس کا دوگنا یعنی ۱۸ مثقال سونا بیت العدل میں داخل کر کے احتساب سے بری ہو جائے۔

دوبارہ ارتکاب کے بعد کوئی سزا مقرر نہیں ہے گویا تیسری مرتبہ سے انسان آزاد ہو جاتا ہے اب ارباب بصائر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ زنا کے لئے جو تاوان مقرر کیا گیا ہے وہ سزا ہے یا کہ

زنا کا پروانہ راہداری۔

جو لوگ زر تاوان کی ادائگی سے قاصر ہوں یا جو ادا نہ کرنا چاہیں ان کے لئے اس میں کوئی راہ عمل نہیں تجویز کی گئی۔ اگر او نے غور و تامل سے اس پر نظر ڈالی جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا چنداں دشوار نہیں ہے کہ یہ قانون انسداد زنا کے لئے ہرگز کوئی راہ نہیں نکال سکتا بلکہ انسداد کے خلاف زنا کے شیوع اور اس کی بہتات کا زیادہ احتمال ہے اس لئے کہ ارتکاب زنا پر دو ہی قسم کے لوگ اقدام اور جرأت کرتے ہیں۔

اول غربار۔ تو غربا اس حکم کی زد سے صاف صاف بچ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ زر نقد سے تہیدست ہیں اور عدم ادائگی کی کوئی سزا مقرر نہیں ہے تاکہ اس کا خوف دامنگیر ہو۔

دوم امرار۔ ظاہر ہے کہ امراء جو خمار عیاشی میں مست خاک دھول کی طرح مال و زر اڑاتے اور شرم و حیا کی چادر چاک کیا کرتے ہیں ان کے لئے یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے۔ کہ زنا کا تاوان یا صلح ٹیکس بیت العدل میں داخل کر کے سند حریت حاصل کر لیں کیا کسی ذی فہم انسان کا عقل و ضمیر اس امر کی اجازت دے سکتا ہے کہ وہ ایسے مخرب اخلاق اور حیا سوز اصول کو مذہبی حلقہ میں جگہ دے؟

سرقہ

قید۔ جلاوطنی اور پیشانی پر داغ ہے

شراب

بہائی شریعت میں شراب گو حرام ہے مگر تھوڑی سی پینی جائز ہے ملاحظہ ہو۔

لیس للعاقل ان یشرب ما یذھب به العقل وله ان یعمل ما ینبغی للانسان لا ما یرتکبه کل غافل مریب ط	عقلمند کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اس چیز کو نوش کرے جو عقل کو دور کر دیتی ہے اور اس کیلئے مناسب ہے کہ وہ کام کرے جو انسان کیلئے زیبا ہے نہ وہ جسکا ارتکاب ہر غافل مریب کرتا ہے

اس سے صاف صاف یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شراب کی وہ مقدار جو زوال عقل کا باعث نہ ہو اس کی جرعہ نوشی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اب رہا یہ امر کہ شراب کی کتنی مقدار زوال عقل کا باعث ہو گی اور کتنی نہ ہو گی یہ ہر شخص کی مرضی اور تخئیل کا رہین منت ہے پس شراب نوش اس امر کا مجاز ہے کہ وہ حسب قدر اور حسب مقدار

کو اپنے لئے چاہے زوال عقل کا سبب نہ قرار دے اور نوش کرتا رہے۔

یہ ظاہر ہے کہ شراب نوشی کی علت غائی عموماً زوال عقل اور سروری ہوتی ہے اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ سرور کامل کا حصول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کسی میں عقل کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود ہے پس اس کی جرعہ نوشی کی اجازت اور عدم زوال عقل کی شرط ایک مضحکہ خیز طرز بیان ہے۔

اصل یہ ہے کہ مغربی ممالک کی بادہ خوار اقوام کے جلب ہمدردی اور تالیف قلوب کے لئے یہ گول مول دفعہ ایجاد کی گئی ہے۔ مگر چونکہ مشرقی اقوام کے جذبات شراب نوشی کے خلاف ہیں اس لئے ان کی اشک شوئی کے لئے یہ قید اضافہ کر دی گئی کہ اس کی جرعہ نوشی زوال عقل کا باعث نہ ہو۔ لہٰذا اس سے شراب نوشی کی تائید اور اس کی تقویت ہی مدنظر ہے۔

عید الفطر

نوروز مطابق ۲۱ مارچ کو بہائیوں کے یہاں عید ہوتی ہے جس کا نام عید صنواں ہے ملاحظہ ہو

قد کتبنا علیکم الصیام و جعلنا النیروز عیداً	بیشک فرض کیا ہے تم پر روزہ اور بعد کامل ہونے روزہ کے ہم نے
لکم بعد اکمالها کذلک ضاء شمس البیان (بیان)	نوروز کو تمہارا یوم عید مقرر کیا اسی طرح روشنی ڈالی ہے بیان کے
من افق الکتاب من لدن مالک المبدأ والمآب	آفتاب نے کتاب سے مالک مبدا اور مآب کی جانب سے

بہاء اللہ کی وفات

روز شنبہ دوم ذی القعدہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء بہاء اللہ نے اس دار فانی سے قید خانہ کے اندر کوچ کیا۔

الحاصل بہاء اللہ نے کبھی مہدویت اور کبھی مسیحیت اور کبھی نبوت اور کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا پس ہمیں اپنی اس کتاب میں انہیں امور کی تحقیق و تنقیح کرنی ہے کہ آیا انسان خدا بن سکتا ہے اور خدا اس میں حلول کر سکتا ہے یا نہیں اور نبوت ختم و تمام حضور پر ہو چکی یا حضور کے بعد بھی کوئی شخص دعوئ نبوت کا کر سکتا ہے اور نبی بن سکتا ہے۔

اسی طرح مسیح موعود اور مہدی منتظر کے کیا صفات ہیں اور اسلامی عقائد پر یہ صفات ان عیان میں موجود تھے یا نہیں۔ انہیں عنوانات اربعہ کے لحاظ سے ہم اپنی کتاب کو چار ابواب پر منقسم کرتے ہیں

باب اول ۔ الوہیت انسانمیں

یہ مسئلہ عقلی ہے کہ عالم وجود میں جو کچھ موجود ہے یا موجود تھا یا آیندہ ہوگا خواہ اعراض ہوں یا جواہر سب کا وہی خالق ہے۔ مخلوق کو جو اس نے موجود کیا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے وجود میں سے اجزا منفصل ہو کر مخلوق بنی ہے۔ جیسا کہ ہنود کا خیال ہے کہ فلاں شے منہ سے اور فلاں پاؤں سے بنی ہے۔ وغیرہ نعوذ باللہ کیونکہ اس سے اُس کی تجزی اور تقسیم لازم آتی ہے جو اُس کی ذات مقدسہ کے لئے سخت عیب ہے اور نیز یہ بات بھی ہے کہ اُس کی ذات اور وجود ایک اعتبار سے بالکل ایک چیز ہیں یہ نہیں ہے کہ وجود اور ذات علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہوں کیونکہ دو ماننے میں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب کے لئے حدوث لازم ہے پس وجود عین ذات ہوا تو وجود سے منفصل ہو کر مخلوقات بننا یا وجود کا منفصل ہو کر کسی مخلوق میں حلول کرنا ایسا ہی خیال ہے جو ایک مشرک یا ایک دیہاتی کا ہونا چاہیے۔

نہ یہ بات ہے کہ وہ ہر ہر شے یا کسی خاص شے میں حلول کئے ہوئے ہے۔ نہ یہ کہ ہر شے وہی ہے اس کلی نے تعینات تشخصات اختیار کر کے ظہور کیا ہے۔ کس لئے کہ خالق و مخلوق میں عقلاً و نقلاً تغایر ذاتی ہے۔ وہ قدیم مخلوق حادث ہے وہ خالق مخلوق مخلوق ہے اور اس صورت میں دونوں متحد ہو جاتے ہیں۔

اگر بہاء اللہ کی الوہیت کا وہی مقصود ہے جو ریلیشن آف بہاء اللہ میں آخری صفحہ پر مسطور ہے کہ اس غیر محدود ذات یعنی اللہ کی روح نے انسان یعنی بہاء اللہ کی صورت میں ظہور فرمایا ہے۔

اگر ان سے پوچھا جائے کہ بہاء اللہ کے خدا ہونے کی کیا دلیل ہے تو جو دقتیں عیسائیوں کو عیسٰے کے خدا ماننے میں پیش آتی رہی ہیں وہ ان کو پیش آئے بغیر نہیں رہیں گی۔ اگر بہاء اللہ خدا ہی تھا جیسا کہ خود اس کی عبارت سے ظاہر ہے یا خدا نے اس میں حلول کیا تھا۔ جیسا کہ ریلیشن کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے۔ تو کیا اس کو اس قدر بھی اقتدار نہ تھا کہ وہ اپنا ذاتی بچاؤ کر سکے کیا شاہ فارس سے ہزیمت اٹھا کے اس کا ملک بدر کیا جانا اور عثمانی سلطنت میں اسیرانہ زندگی بسر کرنا اس میں اس کی خدائی کی کسر شان نہ تھی اگر بہائیوں کی یہ خاص اصطلاح ہے کہ عاجز ہی خدا بن سکتا ہے۔ تو پھر سارے بنی آدم خدا ہو جائیں گے۔ کوئی بھی بندہ نہ رہے گا۔ اور جس میں کوئی صفت اندر حسن و جمال یا کسی قسم کے کمال کی عطا فرمائی جاوے چاہیئے کہ وہ خدائی کا دعوے کر دے خصوصاً

موجودہ زمانہ کے صناع جنہوں نے ریل۔ موٹر۔ ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف۔ ہوائی جاز وغیرہ حیرت انگیز در یافت اشیا ایجاد کی ہیں وہ تو اس دعوے کے بہت سہولت سے مستحق ہو جاویں گے۔ اسکو کون نہیں جانتا کہ عیسوی شریعت منسوخ کرنے اور بجائے اُسکے شریعت اسلام قائم کرنیکی بہت بڑی ضرورت تو یہی تھی کہ عیسائیوں نے عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھکے اپنے دین کو بگاڑ رکھا تھا۔

پھر اگر بہائی شریعت سے بھی یہی غرض تھی کہ بہاء اللہ خدا سمجھا جاوے تو پھر عیسوی شریعت کو منسوخ کرنیکی کیا ضرورت تھی ہمیشہ کیلئے۔ یہی شریعت کافی تھی حق تعالی فرماتے ہیں۔ ومن یدع مع اللہ الٰہا اٰخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ۔ یعنی جو شخص خدا کے سوا کسی دوسرے معبود کو پکارے اسکے پاس اس معبود (کے وجود) کی کوئی دلیل نہیں۔

دلائل بطلان معبودیت انسان

(۱) خداوند قدوس کا وجود ایسا ضروری ہے کہ اس کی ذات پر فنا کا تصور بھی ممکن نہیں نہ وہ جسم ہے کہ صورت اور مادے سے مرکب ہو کر حدوث و فنا کا دھبہ اُس ذات بے نظیر پر لگے نہ وہ کسی اوصاف جسمیۃ کے ساتھ متصف ہے۔ حقیقت کا کوئی مکان محیط ہے۔

برخلاف بشر و انسان کے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ موجود نہ تھا۔ پھر ایک زمانہ میں خلعت وجود پہنکر رفتہ رفتہ ترقی کی کبھی بچپنے کا زمانہ تھا پھر شباب آیا۔ پھر بڑھاپا طاری ہوا کھانے۔ پینے پہننے سونے کھڑے بیٹھنے مال جاہ و ثروت کا محتاج ہوا۔ جن سے بدیہی طور پر پتہ چلگیا۔ کہ محتاج و مرکب محدث و فانی کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا تو ہر شے کا خالق ہے۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا۔ پس بہاء۔ باب ہرگز ہرگز نہ خدا ہو سکتے ہیں نہ خدا ان میں حلول کر سکتا ہے:

(۲) باب قلعہ چہریق میں قید ہوا اور بازاروں میں مشہور ہو کر قتل کیا گیا۔ اسی طرح بہاء اللہ قید کیا گیا اور ذلیل ہو کر قید کی حالت میں مرا پس اگر ان دونوں میں سے کوئی خدا تھا یا خدا کی پوری ذات یا جزو ذات ان میں حلول کئے ہوئے تھی۔ تو ان تکالیف و مصائب کو کیوں دفع نہ کر سکے اور کیا نعوذ باللہ خدا پر بھی کسی دوسرے کو قدرت ہے کہ جو اُسے تکلیف پہنچا سکے جب چاہے قید کر دے جب چاہے قتل کر دے۔ اگر ایسا ہے تو جس حقیقی قوت سے اُس کا ظہور ہوا ہے اُسی کا نام واقع اور حقیقت میں خدا ہے۔

(۳) بہاء اللہ یا باب کے خدا کہنے کی تین ہی صورتیں عقلاً ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہا جاوے کہ یہ بہاء اللہ ہی خدا ہے اسکے علاوہ خدا کوئی شئے نہیں۔ یا یہ کہا جاوے کہ تمام ذات خداوندی اس میں حلول کر گئی ہے۔ یا یہ کہا جاوے کہ ذات کا بعض حصہ اس میں حلول کر گیا ہے۔

اور یہ تینوں صورتیں عقلاً باطل ہیں۔ اسلیئے بہاء اللہ یا باب کا خدا ہونا باطل ہے۔

پہلی صورت تو اسوجہ سے باطل ہے کہ بہاء اللہ کی ذات کمعہ صورت شخصیہ اور تشخص خاص کے اگر خدا کہا جاویگا تو بہاء اللہ کے مرنے پر خالق عالم کی موت اور مخلوق کا بلا خالق رہنا لازم آوے گا و ھو ظاھر البطلان۔

دوسری صورت دو حال سے خالی نہیں۔ یا خدا متصف بالجسمیۃ والعرضیۃ ہے (یعنی خدا منجملہ اجسام کے جسم ہے یا منجملہ اعراض کے عرض ہے) یا نہیں۔ اگر ان دونوں صفات سے اتصاف نہیں ہے تب تو جسم میں عقلاً حلول ہی ممکن نہیں اور اگر جسم ہے تو ایک جسم کی دوسرے جسم میں حلول کی صورت یہی تشکل ہو سکتی ہے کہ ایک جسم کے اجزار دوسرے جسم میں مل جاویں اور جب دو جسم آپس میں ملا کرتے ہیں جیسا کہ مٹی آٹے وغیرہ میں پانی تو دونوں جسم کے اجزار کا تفرق اور جدائی ضروری ہے پس اس بنا پر ذات خداوندی میں تجزی اور تفرق ہوا جو دلائل یقینیہ سے باطل ہے۔ کیونکہ جس شئے میں تفرق ہو سکے گا وہ یقیناً حادث ہوگی۔

اور اگر ذات خداوندی عرض ہے۔ جیسے سیاہی سپیدی علم وجہل نور وظلمت تب حلول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ عرض کسی شئے کے ساتھ قائم ہوا کرتا ہے اور وہ عرض اپنے قیام میں کسی جوہر کا محتاج ہوتا ہے یعنی عرض وہی ہے جو علاوہ عرض کے اپنے قیام اور ثبوت میں جوہر کا محتاج ہو خود علیحدہ نہ پایا جا سکتا ہو۔ جیسی سپیدی کو لے لیجئے کہ یا کپڑا سفید ہوگا یا برتن سفید یا دودھ سفید یا اور کوئی لیکن خود سفیدی علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ پس ذات خداوندی کو اگر عرض کہکر حلول کے قائل ہوں تو یہ بھی کہنا پڑے گا کہ ذات خداوندی محتاج محل کی ہوئی اور خدا کسی شئے کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور اس صورت میں احتیاج لازم آئی اس لئے یہ بھی باطل ہے۔

تیسری صورت۔ کہ خدا کی ذات کا بعض حصہ حلول کر گیا تو یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ اول تو یہ مقتضی تجزی اور تقسیم کو ہے جو امارات وعلامات حدوث سے ہے۔ پھر بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے تب ہم دریافت کریں گے کہ اس بعض کو جس نے حلول کیا ہے۔ الوہیت میں دخل تھا یا نہیں اگر دخل تھا تب بعض حصہ کم ہونے سے مرکب نہیں رہ سکتا اس لئے کہ اجزار کا وہ نام اور اوصاف نہیں ہو سکتے جو کل کے ہوتے ہیں اور اگر اس کو الوہیت میں ہی دخل نہ تھا تب الوہیت ہی حلول نہیں کر سکتی۔

اعتراض ہماری مراد حلول سے وہ نہیں جو آپ سمجھے کہ ذات خداوندی اور بہار الیہ مرکب ہو کر ایک ہو گئے۔ بلکہ ہماری مراد صرف اتحاد ہے کہ ذات خداوندی اور بہار اللہ متحد ہو گئے۔ جس کے لئے ترکیب کی حاجت نہیں۔

جواب اتحاد ایک عام مفہوم ہے جو مختلف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ امتزاج۔ مجاورۃ اتصاف اور قدیم کا ممکن کے ساتھ ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جس کی

تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اتحاد۔ بمعنی امتزاج و اختلاط جیسا کہ پانی کو دودھ میں ملا دیں تو یہ اتحاد ہمیشہ دو حادث جسموں میں ہوگا۔ بلکہ یہ بھی شرط ہے کہ وہ دونوں جسم قابل اتحاد ہوں۔ جیسے دودھ پانی اور اگر وہ دونوں جسم قابل اتحاد نہ ہوں گے تو بدیں معنی ان میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جیسے پتھر اور پانی پس جب ہر دو حادث جسموں میں بھی اتحاد امتزاج و اختلاط کے معنی میں نہیں ہو سکتا۔ تو خالق و مخلوق اور حادث و قدیم میں کیسے ہو سکتا ہے۔

(۲) اتحاد۔ بمعنی مجاورت اور قرب جیسا کہ کپڑے کا اتحاد بدن سے اور دھوپ اور سایہ کا اتحاد در و دیوار سے تو حادث و قدیم میں اتحاد مجاورت بھی ممکن نہیں کیونکہ قرب ذاتی کہ ذات خدا کی مخلوق سے مجاور ہو مقتضی ہے جسم کی طرح مشار الیہ ہونے کو اور محتاج مکان ہونے کو اور یہ دونوں حادث ہونے کی علامتیں ہیں اور باری تعالیٰ اس سے منزہ ہیں پس قرب خداوندی نہ ذات کے اعتبار سے ہے نہ صفات کے لحاظ سے صرف خدا کا قرب علم اور حفاظت کی صورت سے ہو سکتا ہے یعنی جو اسے مصیبت میں پکارے یا راحت میں شکر گذاری کرے سب کی سنتا ہے۔ اور اسی قرب کو معیت اور قرب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ورنہ واجب میں قرب جسمانی اور قرب جہتیع کی صورتیں ممکن نہیں۔

(۳) اتحاد۔ بمعنی اتصاف یعنی اوصاف خداوندی میں سے جملہ اوصاف یا ایک وصف بشر میں حلول کرے لیکن یہ اتحاد بھی خالق و مخلوق میں ممکن نہیں۔

اول تو اس وجہ سے کہ صفات ایک موصوف سے دوسرے موصوف کی طرف منتقل نہیں ہو سکتیں کیونکہ صفات بلا موصوف خود تو پائی جا سکتی نہیں پس اگر انتقال صفات کے قائل ہونگے تو لازم آویگا کہ جب صفات ایک موصوف سے دوسرے موصوف تک منتقل ہوں تو درمیان ایک ایسی آن واقعیہ کا ہونا ضروری ہے جس میں کسی موصوف کے ساتھ بھی صفت کا اتصاف نہ ہو اور یہ محال ہے پس معلوم ہوا کہ انتقال صفات بھی ممکن نہیں

دوسرے اس وجہ سے کہ مخلوقات سے گو انتقال صفات ممکن نہیں لیکن انفصال اور زوال تو ممکن ہے لیکن خدا کے لئے صفات تو ایسی لازم ہیں جیسے طلوع آفتاب کے لئے دھوپ اور ماہتاب کے لئے روشنی خدا میں زوال و انفصال صفات ہی ممکن نہیں تو انتقال کیسے ہو سکتا ہے۔

تیسرے اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ سے اگر صفات منتقل ہوں گی اور وہ صفات کسی ممکن میں حلول کریں گی تو خداوند قدوس کا ان اوصاف سے خالی ہونا لازم آویگا تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

مخلوقات کو جس قدر اوصاف دیئے گئے ہیں وہ صفات خداوندی کے اجزاء نہیں ہیں بلکہ مخلوق خداوندی ہیں جس مخلوق کے لئے اور جس مادہ کو جو اُس کے مناسب تھا وہ اُس کو عطا فرما دیا۔

الحاصل حلول اور الوہیت کا کوئی جدید عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایک فرقہ عیسائیوں کا الوہیت اور حلول کا قائل تھا جیسا کہ ایک تثلیث کا قائل تھا قرآن نے واضح دلائل سے الوہیت کی بھی تردید کی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیحُ بْنُ مَرْیَمَ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیحَ بْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہ مسیح بن مریم ہے آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اگر خدا مسیح بن مریم اور ان کی ماں اور کل زمین کے اشخاص کو ہلاک کرنا چاہے تو کون روکنے پر قادر ہے (جب کوئی قادر نہیں تو معلوم ہوا کہ الوہیت نے کسی میں حلول نہیں کیا)

پس بابی اور بہائی کا حلول خداوندی اور الوہیت کا عقیدہ ایسا بدیہی البطلان ہے کہ عقل سلیم اور فہم مستقیم فوراً سنتے ہی اس کی تردید کر دے گی۔

اسلام میں توحید ایک ایسی شے ہے جس میں جملہ مذاہب کے قدم ڈگمگا گئے گو توحید ذاتی میں تو قریب قریب اکثر مذاہب متحد و متفق ہیں صرف چند گروہ تثلیث اور الوہیت کے قائل ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ تینوں ایک ہیں گو یہ تعبیر کتنی ہی غلط ہو لیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد ان کو بھی گوارا نہیں۔

اسلام کو اس بات میں جو خصوصیت و امتیاز ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے توحید کو کامل یعنی شرکت کے ہر قسم کے شائبوں اور شرک کے ہر قسم کے خرخشوں سے پاک کر دیا اور یہ منجملہ ان تکمیلوں کے ہے جن کی وجہ سے اسلام کے بعد اور کسی مذہب کی حاجت نہیں کیونکہ کمال کے بعد کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔

توحید کامل کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح اُس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔ پیدا کرنا۔ زندہ رکھنا۔ مارنا عالم الغیب ہونا۔ دور و نزدیک سے یکساں تعلق رکھنا سب خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

پس بابیوں اور بہائیوں کا الوہیت و حلول کا دعوےٰ ایسا ہے جس کو بچہ سے بچہ تسلیم کرنے میں کلام کرے گا! اور وہ اس کا کوئی عقلی ثبوت بھی پیش نہیں کر سکتے قرآن میں جابجا خدا کی توحید کے دلائل پیش کئے گئے ہیں اور قریب قریب تمام قرآن میں یہ مضمون متعدد مواقع میں آیا ہے۔

چنانچہ دلیل تمانع ایک مشہور دلیل ہے اور قرآن میں بھی اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

دلیل تمانع

اگر عالم کے خدا متعدد مانے جاویں مثلاً دو مانے جاویں (ایک خدا اور ایک خدا نے جسمیں حلول کیا ہو)
یا اور زیادہ (مثلاً عیسائیوں کی طرح تثلیث کے قائل ہوں) تو عالم میں کسی شئے کا بھی وجود نہیں ہو سکتا
لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اس لئے کہ اشیاء کا وجود تو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں پس
خدا کا متعدد ماننا جس سے یہ خرابی لازم آئی ضرور غلط اور باطل ہوگا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل
ٹھیرا تو اس کی وحدانیت ثابت ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ کسی شئے میں حلول کر کے متعدد
نہیں ہو سکتا اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اب سنئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شئے کا نہ پایا جانا کیونکر لازم آتا ہے مثلاً فرض
کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے۔ اگر متفق ہو جائینگے
تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ دو متاثروں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ محال
ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جداگانہ اور
مستقل وجود ہوگا تو لازم آئے گا کہ عالم دو وجوڈ کے ساتھ موجود ہو حالانکہ عالم صرف ایک ہی وجود
کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے عالم کا فقط ایک ہی وجود ہے تو
ماننا پڑیگا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے بالانفرادہ اسے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے کے ساتھ
ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کے لڑھکانے کا باعث ہوں اُن سے بالانفرادہ اس کے
لڑھکانے کیلئے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑی تو ہر ایک دوسری قوت کی
محتاج ٹھیرے گی اور اس کے ساتھ مل کر مرکب ہو گی۔ اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت
بنے گی۔ تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے لڑھکانے کی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہئے ان
میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا پس اس بناء پر دونوں
خدا ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کہ جس کی
طرف ایجاد کی نسبت ہو گی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت نہ ہو سکیگی
کیونکہ ہر ایک موجد کا جزو ہو گا نہ کہ مستقل موجد حالانکہ خدائے عالم (یا کسی شئے کا خدا) اُسے کہہ
سکتے ہیں کہ جو عالم کا موجد ہو۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا

جواب ہم یہ دیں گے کہ پیشتر ثابت ہو چکا کہ خدا یعنی موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اس میں اور
مادہ اور اس کی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھ مختص ہیں۔
مخالف ہونا ضروری اور لابدی امر ہے اور انہیں صفات میں سے ترکیب بھی ہے اس لئے کہ اگر
خدا کے اندر بھی اگر اوصاف مادہ مانے جاویں گے تو خدا بھی مخلوق اشیاء کے مانند مادہ ٹھیریگا کیونکہ یہ
بات بالکل ظاہر باہر ہے کہ جو شئے کسی دوسرے کے ساتھ ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص
میں سے کسی خاصہ میں مشابہ ہوگی وہ ضرور اسی کے مثل اور ویسی ہی ہوگی۔

علاوہ ازیں ہر ایک مرکب کے لئے حدوث لازم ہے تو اس بناء پر خدا کا حدوث لازم آئے گا
اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں خدا عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے
پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی۔ اور وہ محال ہے۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ بعض چیزوں
کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اس وقت دونوں کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔ اس لئے
کہ جب کسی شئے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائے گی تو لامحالہ اس شئے
کے ساتھ دوسرے کی قدرت متعلق ہونے کا طریق وہ پہلا مسدود کر دے گا پس دوسرا اس کی مخالفت
پر ہرگز قادر نہ ہو سکے گا اور عاجز رہے گا۔ اور اگر دوسرا اس کے خلاف کر سکا اور اس نے اپنی قدرت
کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا۔ بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا
اور خدا کا عجز محال ہے۔

اور اگر دونوں مختلف ہو جاویں اس طور پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا
اس کے معدوم کرنے کا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا
اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا ارادہ نافذ نہ ہو سکے گا وہی عاجز
ٹھیریگا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائے گا اس واسطے کہ دونوں میں مماثلت منعقد ہو چکی ہے اور دونوں
یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہیں تو جس کا ارادہ
نافذ ہو جائے گا۔ وہی خدا ٹھیرے گا۔ دوسرا نہیں ہو سکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل
قرآن مجید میں بھی مجملاً اور علی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ
لفسدتا (اگر دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں
اللہ کے سوا اور خدا بھی قائم ہو سکتے۔ اگرچہ اللہ بھی ان کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم برہم ہو جاتے
یعنی آسمان و زمین کا وجود نہ ہوتا۔ لیکن ان دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لئے کہ ان کا موجود

ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے پس وہ شے یعنی اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا (یعنی کسی اور خدا کا موجود ہونا) بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھیر اتو اب ثابت ہوگیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنی عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے۔ اور یہی مقصود تھا یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجرد متعدد ہونا محال ہے چنانچہ ہم نے اپنے قول جنس خدا سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہوجانے کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرسری نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب غور کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا سرے سے احتمال ہی صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام غلبہ اور کامل استقلال کو مقتضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے اذن لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلی بعضھم علی بعض اب تو (یعنی اگر کئی خدا مانے جائیں) ہر ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کو لے جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر بیٹھتا (یہ تو آپ نے سن لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اسی طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قائم کی جاسکتی ہیں کہ جو خدائے عالم کے وجود کو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعوے سے باز رکھے جاسکتے ہیں۔

پس اس دلیل سے اور دیگر دلائل کثیرہ سے خدا کی وحدانیت اور عدم حلول ثابت ہے اور جس فرقہ کا یہ دعوے ہے کہ وہ اپنے مقتداؤں میں الوہیت یا حلول خداوند کا معتقد ہے وہ فرقہ اسلامی فرقہ تو درکنار اس کا مذہب یقیناً آسمانی اور خدائی مذہب نہیں اور وہ فرقہ لاکھ مسلمان ہونے کا دعوے کرے لیکن اس کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں یقیناً وہ کافر ہے اس کے ساتھ مسلمانوں کو وہی معاملہ ضروری ہے جو کفار کے ساتھ اس اعتقاد کی خداوند تعالیٰ نے جابجا قرآن میں تردید بھی فرمائی ہے اور ایسے مدعیان نمرود و فرعون کے قصے بھی نقل فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم اس بحث پر مضمون طویل کرنا نہیں چاہتے۔ پھر ہم نے عقائد کی بحث میں سلسلہ وار مضامین لکھنے شروع بھی کئے ہیں جس کا پہلا نمبر خدا کے وجود کی بحث میں تنسیق الکلام شائع بھی ہوگیا زیادہ تفصیل اس بحث کی موقعہ پر کی جائے گی۔ اب ہم ختم نبوت کی بحث شروع کرتے ہیں کہ آیا انبیائی سلسلہ حضور پر ختم تمام ہوچکا ہے یا نہیں۔ اب بھی کسی کو نبوت اصلی یا ظلی۔ تشریعی یا غیر تشریعی مل سکتی ہے یا نہیں۔ اور اس مرتبہ کے حصول کا دعوے کسی کا مسموع ہوسکتا ہے یا نہیں۔

دوسرا باب ختم نبوۃ کے بیان میں

پہلی آیت

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین	نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنیوالے ہیں۔

اس آیت مذکورہ بالا میں ہمارے مقصد کا زیادہ تعلق صرف جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے ہے اس لئے ہماری بحث بیان معنی اور تفسیر وغیرہ میں صرف اسی جملہ سے متعلق ہوگی۔

آیت مذکورہ کی تفسیر لغت عرب سے

حل لغات۔ اس آیت میں چند کلمات ہیں۔ وٗ۔ لکنؔ۔ رسولؔ۔ اللہؔ۔ خاتمؔ۔ النبیینؔ جنہیں سے واو عطف کے لئے ہے اور لکنؔ استدراک یعنی ازالہ شبہ کیلئے اور لفظ اللہؔ محتاج نہیں۔ البتہ باقی تین لفظ یعنی رسولؔ۔ اور خاتمؔ اور النبیینؔ زیادہ تفصیل طلب ہیں۔ اور بالخصوص آخر کے دو لفظ کیونکہ فرقہ مرزائیہ وبہائیہ وغیرہ نے اس آیت کی تحریف کا راستہ انہیں دو لفظ کو بنایا ہے۔ لہذا ان الفاظ کے متعلق کسی قدر تفصیل ہدیۂ ناظرین کرنے کی ضرورت ہے۔

رسول جس شخص کو خداوند عالم اپنی وحی کے ساتھ مشرف فرماکر مخلوق کی طرف تبلیغ وہدایت کیلئے بھیجتا ہے اس کو رسول اور نبی کہتے ہیں پھر ان دونوں لفظوں کی شرح میں علمائے عربیہ واصول کے مختلف اقوال ہیں۔ وہی ہذہ

رسول اور نبی کے معنی میں فرق بعض حضرات کا خیال ہے کہ اصطلاح شرع میں یہ دونوں لفظ مترادف ہیں یعنی ان کے معانی میں باہمی کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ حضرات ان آیات اور احادیث اور کلمات عرب سے استدلال کرتے ہیں جن میں ایک ہی شخص کی نسبت کبھی رسول بولا گیا اور کبھی لفظ نبی۔ اور یہ مذہب جمہور معتزلہ کا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رسول بہ نسبت نبی عام ہے کیونکہ نبی کے لئے انسان ہونا ضروری ہے فرشتہ کو نبی نہیں کہا جاتا اور رسول جس طرح انسان ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ بھی ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن عزیز کی بہت سی آیات ملائکہ کو بھی رسول کا لقب دیتی ہیں۔ منہا قولہ تعالیٰ لقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ (بیشک ہمارے رسول (یعنی ملائکہ) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر آئے)

اور جمہور اہل سنت والجماعت اور علمائے سلف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص کیونکہ اصطلاح شرع میں رسول صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو خداوند عالم کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی ہو یا وہ نئی شریعت لیکر آیا ہو اور نبی کے لئے ان دونوں میں سے کوئی شرط نہیں بلکہ نبی اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو صاحب شریعت وکتاب ہو اور ایسے شخص کو بھی جس کو خداوند عالم سے وحی ہو اور وہ تبلیغ احکام کرتا ہو لیکن اس کے لئے کتاب یا شریعت جدید نہ ہو نہیں اور قرآن کریم کی متعدد آیات اس تحقیق پر شاہد ہیں۔

وما ارسلنا من رسول ولا نبی الآیۃ • نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اور نبی مگر اس طرح الخ

جسمیں لفظ رسول کے بعد لفظ نبی بغرض تعمیم بعد التخصیص ذکر کیا گیا ہے۔ نیز حدیث میں ہے:۔

عن ابی ذر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان الانبیاء مائۃ الف واربعۃ وعشرین الفا وکان الرسل خمسۃ عشر وثلث مائۃ رجل منھما ولھما آدم الی قولہ اٰخرھم محمد	حضرت ابوذر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا انبیا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں اور رسول تین سو پندرہ جن میں سے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

رواہ اسحٰق ابن راہویہ وابن ابی شیبۃ ومحمد بن ابی عمر وابو یعلی از حاشیہ مسامرہ مصری صد ۱۹۳ ! وکذا اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ وصححہ ابن حجر فی الفتح

اس حدیث نے بالکل صاف کر دیا کہ رسول اور نبی میں فرق ہے اور انبیاء بہ نسبت رسول کے زیادہ ہوئے ہیں۔ نیز اس میں خط کشیدہ الفاظ بھی حدیث میں قابل غور ہیں۔

اس لئے جمہور اہل سنت والجماعت نے اسی تحقیق کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح شرح صحیح بخاری صفحہ ۳۳۱ جلد ۱۲ کتاب التعبیر میں اس کی تصریح فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح زرقانی نے شرح موطا میں اور ابن ہمام نے مسامرہ میں اور قاضی عیاض نے شفا میں اسکی تصدیق فرمائی ہے دیکھو فی حواشی شرح العقائد النسفیہ

ہاں اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ جمہور اہل سنت کو بھی اس سے انکار نہیں کہ کہیں بعض مواضع میں لفظ رسول نبی کی جگہ پر یا نبی رسول کی جگہ پر توسعاً ومجازاً بولا جاتا ہے اور اسی بات کے سمجھنے سے پہلے دونوں مذہبوں کی دلیلوں کا جواب بھی ہو جاتا ہے کما لا یخفی علی المتیقظ۔

اس کے بعد ہم باقی ان دونوں لفظوں کی شرح علیحدہ علیحدہ لغت کی معتبر کتابوں سے پیش کرتے ہیں اور پھر پورے جملہ کے معنی از روئے قواعد عربیت ذکر کئے جائینگے۔

لفظ خاتم کی لغوی تحقیق اس لفظ کے بارہ میں آیت مذکورہ میں دو قرأتیں روایت کی جاتی ہیں یعنی جن حضرات نے اس لفظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اُن میں سے بعض نے آپ کو خاتَم ت کے زبر کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے اور بعض نے خاتِم ت کے زیر کے ساتھ

پھر امام المفسرین والمحدثین ابن جریر طبری رح اور جمہور مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں فرمایا ہے کہ دوسری قرأۃ یعنی خاتَم ت کے زبر کے ساتھ صرف دو قاریوں حسن اور عاصم کی قرأت ہے ان کے علاوہ تمام قاریوں کے نزدیک پہلی قرأت یعنی خاتِم بکسر تا مختار ہے (ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۱۱)

اور جب آیت میں زیر اور زبر دونوں قرأتیں موجود ہیں تو ضروری ہے کہ ہم خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح دونوں لفظوں کی مفصل شرح ناظرین کے سامنے پیش کریں وہو ہذا۔

یہ دونوں لفظ کلام عرب میں چند معانی کیلئے مستعمل ہوتے ہیں جن کو ذیل میں ایک نقشہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لفظ	لفظ	نمبر شمار	معانی	حوالہ کتب لغت
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۱	نگینہ مہر جسپر نام وغیرہ کندہ کئے جاتے ہیں	لسان العرب تاج العروس صحاح جوہری قاموس
″	″	۲	انگشتری یعنی انگوٹھی مثلاً خاتم ذہب یعنی سونے کی انگوٹھی	لسان العرب۔ تاج العروس صحاح وغیرہ
″	″	۳	آخر قوم بھی اکثر مستعمل ہے	قاموس۔ تاج العروس۔ منتہی العرب
″	″	۴	گھوڑے کے پاؤں میں جو تھوڑی سی سفیدی ہو تو اسکو بھی خاتم کہتے ہیں	قاموس۔ تاج العروس۔ منتہی العرب
″	″	۵	گدی کے نیچے جو گڑھا ہے اُس کو بھی خاتم کہتے ہیں	″
″	″	۶	گھوڑی کے تھنوں کے پاس کا حلقہ بھی خاتم کہلاتا ہے	″
″	″	۷	بمعنی اسم فاعل کسی چیز کو ختم کرنیوالا	″
بالفتح فقط		۸	مہر کا جو نقش کاغذ وغیرہ پر اتر آتا ہے	لسان العرب وغیرہ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ آٹھ معانی میں مستعمل ہوتے ہیں جنمیں اول کے تین دونوں میں مشترک ہیں اور ۴ سے ۷ تک فقط خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں اور نمبر ۸ فقط خاتم بالفتح کے ساتھ خاص ہیں

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیت مذکورہ میں خاتِم بالکسر کے ساتھ معنوں میں کون سے معنی ہو سکتے ہیں اور خاتَم بالفتح کے چار معنی میں سے کون سے۔

سو یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے اور دوسرے معنی یعنی نگینہ مہر اور انگشتری آیت میں کسی طرح حقیقت کے اعتبار سے مراد نہیں ہو سکتے اور باجماع علمائے لغت اور باتفاق عقلائے دنیا جب تک حقیقی معنی درست ہو سکیں اسوقت تک مجازی کو اختیار کرنا باطل ہے لہذا پہلے اور دوسرے معنی ہرگز مراد نہیں۔

چھٹے۔ پانچویں اور چھٹے معانی کا تو آیت میں کسی انسان کو وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اس آیت میں نہ حقیقۃً درست ہیں اور نہ مجازاً

اسی طرح آٹھویں معنی یعنی مہر کا نقش یہ بھی حقیقی معنی کے لحاظ سے آیت میں مراد نہیں اور مجازی معنی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

والہذا اب صرف دو احتمال باقی ہیں تیسرے معنی یعنی آخر قوم اور ساتویں معنی یعنی ختم کرنیوالے اور یہ دونوں معنی بلا تکلف آیت میں حقیقت کے اعتبار سے درست ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں سے پہلے معنی دونوں قراتوں یعنی خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح پر درست ہیں اور دوسرے معنی صرف خاتِم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں الحاصل لفظ خاتم کی دونوں قراتوں اور ان کے معنی لغویہ پر مفصل بحث کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام نے یہ نکال لیا ہوگا کہ اگر قرآن و حدیث کی تصریحات اور صحابہ و تابعین کی تفاسیر اور ائمہ سلف کی شہادتوں سے بھی قطع نظر کر لی جائے اور فیصلہ صرف لغت عرب پر رکھدیا جائے تب بھی لغت عرب یہ فیصلہ دیتا ہے کہ آیت مذکورہ کی پہلی قرات پر دو معنی ہو سکتے ہیں آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنیوالے اور دوسری قرائت پر ایک معنی ہو سکتے ہیں یعنی آخر النبیین۔

لیکن اگر حاصل معنی پر غور کیا جائے تو دونوں کا خلاصہ صرف ایک ہی نکلتا ہے اور بلحاظ مراد اور خلاصہ مطلب کہا جاسکتا ہے کہ دونوں قراتوں پر آیت کے معنی لغۃً یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء علیہم السلام کے آخر میں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں تصریح موجود ہے۔

والخاتم اسم آلة لما يختم به كالطابع لما يطبع به فمعنی خاتم النبیین الذی ختم النبیون به ومآله آخر النبیین (روح المعانی ص ۶۵ جلد ۲)	اور خاتَم بالفتح اس آلہ کا نام ہے جس سے مہر لگائی جائے پس خاتم النبیین کے معنی یہ ہونگے وہ شخص جس پر انبیاء ختم کئے گئے اور اس معنی کا نتیجہ بھی یہی آخر النبیین ہے۔

اور علامہ احمد معروف بملاجیون صاحب نے اپنی تفسیر احمدی میں اسی لفظ کے معنی کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

والآمال علی کل توجیہ ھو المعنی الآخر ولذلک فسر صاحب المدارک قراءة عاصم بالآخر وصاحب البیضاوی کل قراءتین بالآخر (یعنی آخر النبیین)

اور نتیجہ دونوں صورتوں (بالفتح اور بالکسر) میں وہ صرف معنی آخری ہیں اور اسی لئے صاحب تفسیر مدارک نے قرأت عاصم بالفتح کی تفسیر آخر کے ساتھ کی ہے اور بیضاوی نے دونوں قرأتوں کی یہی ایک تفسیر کی ہے

روح المعانی اور تفسیر احمدی کی ان عبارتوں سے یہ بات بالکل روشن ہو گئی کہ لفظ خاتم کے جو دو معنی آیت میں بن سکتے ہیں ان کا بھی خلاصہ و نتیجہ صرف ایک ہی ہے یعنی آخر النبیین اور اسی بنار پر بیضاوی رح نے دونوں قرأتوں کے ترجمہ میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ دونوں صورتوں میں آخر النبیین تفسیر کی ہے اور یہی ہماری غرض ہے اور اسی میں ہمارا دعوے ہے۔

اس وقت جو کچھ کلام کیا گیا وہ لفظ خاتم کے لغوی معنی کی تحقیق تھی اس کے بعد دوسرے لفظ یعنے النبیین کے لغوی معنی اور اس کی تحقیق عرض کی جاتی ہے۔

لفظ النبیین کی لغوی تحقیق یہ لفظ در اصل دو لفظوں سے مرکب ہے ایک الف لام تعریف دوسرا النبیین دونوں کے متعلق مختصر اً گذارش ہے۔

دوسرا لفظ یعنی نبیین تو نبی کی جمع ہے جس کا استعمال انبیار کی جماعت کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور لفظ نبی کی مفصل تحقیق لغوی اور شرعی گذر چکی ہے۔ ناظرین چند ورق الٹ کر ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ پہلا لفظ یعنی الف لام اس جگہ تفصیل طلب ہے جس کو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے لیکن چونکہ یہ ایک خالص علمی مسئلہ ہے اس لئے اگر باوجود امکانی سہولت پیدا کرنے کے بھی عام ناظرین پر کچھ بار ہو تو معذور سمجھا جائے۔

مشہور ہے کہ الف لام تعریف لغۃ چار معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جنسی۔ استغراق۔ عہد خارجی عہد ذہنی۔ لیکن جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے تو باجماع اہل عربیت اور باتفاق علمائے اصول اس میں صرف دو احتمال ہوتے ہیں۔ اول عہد خارجی یا ذہنی۔ دوم استغراق۔ ہم اپنے اس دعوے کی شہادت میں ائمہ لغت و عربیت اور علمائے اصول کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ دیکھو کشف الاسرار للعلامۃ النسفی

وان دخلت علی جمع فللعھد ان کان والا فللعموم۔ (کشف ص ۲۳ جلد ۱)

اور اگر الف لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اگر وہاں عہد بن سکتا ہے تو وہ مراد ہو گا ورنہ عموم و استغراق مراد لیا جاوے گا۔

اور علامہ ابو البقار اپنی کلیات میں فرماتے ہیں۔

وقال علامۃ اھل الاصول والعربیۃ لام التعریف

عموم اہل اصول و اہل عربیت نے فرمایا ہے کہ لام تعریف

سواء دخلت على الفرد او على الجمع تفيد الاستغراق الا اذا كان معهودًا (كليات ابی البقاء ص ۶۳)	خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر وہ استغراق ہی کا فائدہ دیتا ہے البتہ اگر معہود ہو تو پھر عہد کیلئے لیا جاتا ہے

اس میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ اس حکم میں مفرد اور جمع سب برابر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الف لام درا صل صرف ان ہی دو معنی کیلئے ہے باقی معانی محض ضرورتِ مقام کیلئے کبھی کبھی آتے ہیں۔

اور علامہ رضی نے بھی شرح کافیہ میں اس بحث پر مبسوط تقریر کرتے ہوئے یہی اختیار کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

"بعضیت اور جزئیت کی علامت تنوین ہے لہٰذا جب کسی اسم پر الف لام داخل ہو کر مانع تنوین ہو جائے گا تو اسکا مدلول صریح صرف استغراق کا افراد ہوگا۔ البتہ اگر کوئی دلیل اس بات پر دلالت کرے کہ اس لفظ سے اسکے کل افراد مراد نہیں بلکہ بعض یا معین یا غیر معین افراد مراد ہیں تو اس وقت انہیں افراد کو مراد سمجھا جائے گا جس کو اصطلاح میں عہد خارجی اور ذہنی کہتے ہیں جیسے کہا جائے اشتر اللحم (یعنی گوشت خرید لاؤ) تو ظاہر ہے کہ گوشت سے اس کے تمام افراد مراد نہیں ہو سکتے اور نہ یہ کسی بشر کی قدرت میں ہے اس لئے بقرینہ خریداری اللحم میں لحم سے فقط بعض افراد غیر معین لحم کے مراد ہونگے اور اسی کو عہد ذہنی کہا جاتا ہے جیسے قرآن عزیز میں ہے او اجد علی النار ھدی (یا میں آگ پر اطلاع پاؤں) تو النار سے ظاہر ہے کہ آگ کے تمام افراد مراد نہیں ہو سکتے بلکہ صرف وہ معین آگ مراد ہے جس کا ذکر پہلے کلام میں موجود ہے اور اسی کا نام عہد خارجی ہے۔

اور جب اس قسم کی کوئی دلیل مخصص اس لفظ کو اپنے مدلول صریح یعنی استغراق سے پھیرنے والی نہ ہو تو استغراق کے سوا کوئی معنی مراد لینا قواعد عرف و لغت میں جائز نہیں اگرچہ فی نفسہ جنس اور نفس ماہیت مراد ہونے کا بھی احتمال ہو سکتا ہے لیکن عرف و محاورات میں اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ عرف میں اعیان خارجیہ سے کلام ہوتا ہے نہ کہ ماہیات ذہنیہ سے لہٰذا جنس کا احتمال سرے سے ساقط ہے۔ (رضی شرح کافیہ مختصراً)"

نتیجہ یہ ہے کہ الف لام تعریف خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر اس میں صرف دو ہی احتمال ہوتے ہیں استغراق یا عہد اور اسی بنا پر علامہ رضی اس کے بعد فرماتے ہیں۔

فاذا لم یکن للبعضیة بعد م دلیلها وهو تنوین وجب کون للکل فعلی هذا قوله علیه السلام	پس جبکہ بعضیت کلام میں بوجہ دلیل (یعنی تنوین) نہونیکی ثابت نہو سکے تو واجب ہے کہ کل افراد پر حمل کیا جاوے اور اسی پر محمول ہے

حاشیہ متعلق صفحہ ۴۴ سطر ۵ الف لام تعریف جب لفظ پر داخل ہو اس کی چند صورتیں ہیں یا تو اس کے افراد میں سے کچھ مراد نہیں بلکہ نفس ماہیت مراد ہے تو اس الف لام کو جنسی کہتے ہیں اور اگر افراد مراد ہیں تو یا تمام افراد مراد ہونگے یا بعض اگر تمام ہیں تو استغراقی اور اگر بعض ہیں تو پھر معین ہونگے یا غیر معین اگر معین ہیں تو عہد خارجی ورنہ عہد ذہنی کہتے ہیں ۱۲ منہ

الماء طاهر أي كل الماء والنوم حدث اي كل النوم اذ ليست في الكلام قرينة بعضية لا مطلقة ولا معينة فلهذا جاز وان كان قليلاً وصف المفرد بالجمع نحو قولهم اهلك الناس الدينار الصفر والدراهم البيض على ما حكى الاخفش (رضی ص۱۳۰ جلد ۲)

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ پانی طاہر ہے یعنی سب افراد پانی کے راصل سے طاہر ہیں اور نیند بے وضو ہونا ہے یعنی ہر فرد نیند (معروف) کا اور چونکہ الف لام داخل ہونیکے بعد مفرد بھی بہت سے افراد پر دلالت کرتا ہے اسی لئے مفرد کی صفت میں جمع بھی لائی جاتی ہے اگرچہ ایسا محاورات میں کم ہے جیسا کہ اخفش نے روایت کیا ہے۔

الدرہم البیض اور الدینار الصفر درہم موصوف مفرد ہے اور بیض صفت جمع ہے وعلی ہذا۔

یہاں تک تو مفرد اور جمع کے احکام مساوی ہیں البتہ رضی نے اس کے بعد مفرد اور جمع میں یہ فرق کیا ہے کہ جب مفرد پر الف لام داخل ہوتا ہے تو کلمہ ہر فرد مفرد کو شامل ہوتا ہے اور جب تثنیہ پر داخل ہوتا ہے تو ہر فرد تثنیہ کو بخلاف جمع کے کیونکہ وہ ہر فرد مفرد اور ہر فرد تثنیہ اور اسی طرح ہر فرد جمع سب کو محیط ہوتی ہے۔
چنانچہ علامہ رضی فرماتے ہیں۔

لان الجمع المحلی باللام في مثله يستعمل بمعنى منكر مضاف اليه كل مفرد وغيره فمعنى لقيت العلماء الا زيداً اى كل عالم وكل عالمين وكل علماء (رضی ص۱۲۴ ج۲)

اس لئے کہ جمع معرف باللام کلام موجب میں ایک ایسے نکرہ کے حکم میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کل مفرد وغیرہ کی اضافت کی گئی ہو اور اسی لئے لقیت العلماء الا زیدا کے معنی یہ ہیں کہ میں ہر ایک عالم اور ہر دو عالم اور ہر جمیع علماء سے ملا سوائے زید کے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمع کا استغراق زیادہ اشمل و اعم ہوتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم ناظرین کو کلام زیر بحث کی طرف توجہ دلا کر توقع رکھتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کر لینگے کہ خاتم النبیین میں الف لام کس معنی کے لئے ہو سکتا ہے کیونکہ اب احتمال صرف دو ہیں استغراق اور عہد

لیکن جس شخص کو عقل و فہم کا کچھ حصہ ملا ہے وہ ہرگز وہم بھی نہیں کر سکتا کہ اسمیں الف لام عہد خارجی یا ذہنی کے لئے ہے کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ قرینہ جو النبیین کو بعض نبیین کے ساتھ خاص کر دے۔ بلکہ اُسکے خلاف پر قوی اور روشن دلائل موجود ہیں جنمیں سے ایک بدیہی الثبوت یہ بات ہے کہ اگر النبیین کے الف لام کو عہد خارجی یا ذہنی کے لئے قرار دیکر کلام کی یہ مراد بنائی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں تو کلام بالکل مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور خاتم النبیین کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفت نہیں رہتی جو آپ کے فضائل میں ذکر کیجئے کیونکہ آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر نبی اپنے سے پہلے انبیا کا خاتم اور آخر ہے اور ہر نبی پر اس معنی بن

خاتم النبیین صادق ہے۔

ولہذا غالباً کوئی انسان یہ وہم بھی نہیں لاسکتا کہ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی یا ذہنی ہے اور اسوقت خود بخود استغراق متعین ہو جاتا ہے اور خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام افراد انبیاء کے خاتم اور آخر ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے وللہ الحمد۔

تنبیہ۔ یہ بات بفضلہ تعالیٰ تفصیل سے ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ آیت میں الف لام سوائے استغراق کے اور کسی معنی کیلئے نہیں ہو سکتا۔ لیکن ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ استغراق کی کونسی قسم مراد ہے۔ کیونکہ استغراق کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور عرفی۔ حقیقی وہ ہے کہ جسمیں حقیقۃً تمام افراد مراد ہوں جیسے عالم الغیب والشہادۃ خداوند جاننے والا ہے ہر غائب اور حاضر کا جس سے کوئی فرد خارج نہیں اور استغراق عرفی وہ کہ جسمیں تمام افراد حقیقۃً مراد نہوں بلکہ صرف وہ افراد مراد ہوں جو عرفاً سمجھے جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے جمع الامیر الصاغۃ (بادشاہ نے تمام سناروں کو جمع کیا) ظاہر ہے کہ تمام دنیا کے تمام سناروں کا جمع کرنا کسی سے متصور نہیں۔ اسلئے یقیناً یہ مراد ہے کہ اپنے شہر یا زائد سے زائد اپنی سلطنت کے سناروں کو جمع کیا۔ ظاہر ہے کہ در حقیقت یہ استغراق افراد نہیں بلکہ مجازاً عرف میں اسکو بھی استغراق کہتے ہیں لیکن اس تفصیل کے بعد اسکا فیصلہ بھی کچھ مشکل نہیں رہا کہ آیت مذکورہ میں استغراق عرفی ہے یا حقیقی۔

کیونکہ اول تو استغراق عرفی ایک مجازی معنی ہیں جیسا کہ حواشی مغنی اللبیب میں مصرح ہے۔ اور مسلم قاعدہ ہے کہ مجازی معنی اسوقت تک مراد نہیں ہو سکتے جب تک کہ حقیقی معنی بن سکیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ استغراق حقیقی آیت میں بلا تکلف درست ہے یعنی ختم کرنیوالے تمام انبیا کے۔ لہذا استغراق عرفی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

اور ثانیاً اگر استغراق عرفی مراد ہو تو جسطرح عہد خارجی یا ذہنی کی صورت میں کلام بالکل بے معنی رہجاتا ہے خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت نہیں رہتی اسی طرح استغراق عرفی میں بھی اشکال درپیش ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی آیت کے معنی یہی ہوں گے کہ آپ بعض انبیاء مخصوص کے خاتم اور آخر ہیں اور یہ معنی سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے سب انبیاء پر صادق ہیں۔ اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ :۔

ام اسکے علاوہ استغراق عرفی وہاں بنتا ہے جہاں عرفاً اسکے مخصوص افراد متعین ہوں جیسا کہ مثال مذکور میں سنار وہی صرف اپنے شہر یا اپنی سلطنت کے سنار مراد ہوئے ہیں اور عرفاً یہی معنی معین ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ خاتم النبیین بالکل اسکے خلاف ہے۔ نہ عرف میں اس قسم کے کلمات سے انبیاء کے مخصوص افراد مراد ہوتے ہیں اور نہ اسکی وجہ بلکہ اگر اسکے نظائر پر سرسری نظر ڈالی جائے تو سب جگہ تمام انبیاء مراد ہیں جنمیں سے بعض نظائر اسی رسالہ میں ذکر کیے گئے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

"کہ مجھے چھ چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اور اُن چھ میں اپنا خاتم النبیین ہونا بھی ذکر فرمایا ہے۔ (رواہ مسلم فی الفضائل)"

نتیجہ یہ نکلا کہ خاتم النبیین میں الف لام سوائے استغراق حقیقی کے اور کسی معنی میں نہیں بن سکتا اور اس لفظ سے تمام افراد انبیاء کا اختتام مراد ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے وللہ الحمد۔

یہانتک جو کچھ عرض کیا گیا وہ آیت مقصود بالذکر وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ کے مفردات اور جُدا جُدا کلمات کے متعلق تھا اسکے بعد پورے جملہ اور تمام آیت کی تفسیر لغت اور محاورات عرب کے اعتبار سے معلوم کرنا بھی کچھ دشوار نہ رہا۔ اور آیت کا مطلب صاف یہ ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام افراد انبیاء کے آخر میں آنیوالے یا ختم کرنیوالے ہیں۔ اسمیں نہ کسی شخص کی تخصیص ہے اور نہ کسی فرد کا استثناء اور نہ کسی تاویل کی گنجائش نہ تشریعی اور غیر تشریعی کی کوئی قید۔ اتنی تصریح کے بعد بھی اگر کوئی شخص حیلے بہانے ڈھونڈے اور آیت کی تاویل بلکہ تحریف کے درپے ہو تو وہ اپنی عاقبت کی فکر کرے اور روز قیامت کیلئے کوئی جواب سوچ رکھے۔ وما علینا الا البلاغ وما التوفیق الا من اللہ العزیز الحکیم۔

آیت مذکورہ کی تفسیر خود قرآن مجید سے

قرآن مجید کی حقانیت کی روشن دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کا بعض اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ اسلئے آئیے ہم آپ کو یہ دکھلائیں کہ خود کتاب مبین اس آیت کی کیا تفسیر کرتی ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ جیسا کہ اہم تھا قرآن عزیز نے اسکی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تقریباً سو آیات میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے جسکو انشاء اللہ تعالیٰ مستقلاً ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔ یہاں پر صرف چند آیتیں پیش کیجاتی ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ آیت خاتم النبیین کی تفسیر اور اسکے مطالب کی توضیح کیلئے کافی ہے۔ جنمیں پہلے اسی آیت کی ایک دوسری قرأت کو پیش کرتے ہیں جسکے ذریعہ سے آیت کے معنی بالکل صاف حل ہوجاتے ہیں۔

عامہ مفسرین مثل ابن جریر طبری اور ابن کثیر و سیوطی وغیرہم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اس آیت کے متعلق حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی قرأت یہ نقل کی ہے

وَلٰکِن نَبِیًّا خَتَمَ النَّبِیِّینَ۔ | لیکن آپ ایک ایسے نبی ہیں جس نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

اس قرأت نے اُن تمام تحریفات کی جڑ کاٹ دی جو لفظ خاتم کے متعلق مرزائیوں کیجانب سے بیچاروں کی طرف سے کی گئی ہیں اور کیجا سکتی ہیں کیونکہ اسوقت آیت کے معنی صاف یہ ہوئے کہ آپ ایسے نبی ہیں

جس نے تمام انبیاء کو ختم کیا۔

اسی طرح آیت ذیل بھی اسی معنی کا اعلان کرتی ہے۔

آیت	ترجمہ
الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (مائدہ پ ۶)	ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔

اس آیت نے صاف یہ بتلایا کہ دین اسلام اور نعمت نبوت و وحی وغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی ہے آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہے۔ اس آیت کی تفسیر اور مفصل تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب عرض کیجاویگی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد خداوندی ہے :-

آیت	ترجمہ
قل یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوات والارض (اعراف پ ۹)	آپ کہدیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کیطرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کیلئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے
وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (سبا، پ ۲۲)	ہم نے آپکو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کیطرف بشیر اور نذیر بنا کر۔

ان دونوں آیتوں اور اُن کی امثال اور چند آیتوں میں بھی صاف اعلان فرما دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام انسانوں[1] کیلئے رسول ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانہ مبارک میں تھے۔ یا آیندہ آنیوالی نسلیں بھی انہیں شامل ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ صرف صحابہؓ ہی کے رسول ہیں اور بس اور آپکی رسالت و نبوت صرف صحابہ میں ختم ہوگئی۔ اور یہ ایک ایسا گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اُسکو گوارا نہیں کر سکتا :

رہی دوسری صورت کہ تمام انسانوں سے حضرات صحابہ کیساتھ بعد میں آنیوالی نسلیں بھی مراد ہیں۔ اور آیت میں لفظ جمیعاً اور کافۃً کے معنی یہی ہیں کہ آپ تمام دنیا کے موجودہ انسانوں اور آیندہ پیدا ہونیوالے سب انسانوں کے رسول ہیں[2] اور یہی معنی صحیح اور درست ہیں، تو اسمیں صاف ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ جب آپکی رسالت قیامت تک تمام انسانوں کیلئے عام اور شامل ہے تو پھر کیا معاذ اللہ آپکی نبوت و رسالت میں کوئی

---

[1] اور دوسری آیات و احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام جنات کیلئے بھی رسول ہیں لیکن چونکہ اسوقت گفتگو انسانوں کے معاملہ میں ہے اسیلئے صرف انہیں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔ ۱۲

[2] حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا رسول من ادرکت حیا و من یولد بعدی یعنی میں ان تمام لوگوں کا بھی رسول ہوں جو اب زندہ ہیں اور ان کا بھی جو میرے بعد پیدا ہونگے۔ (وسیاتی الحدیث فی بابہ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ)

نقصان تھا کہ وہ اُن کی ہدایت کیلئے کافی نہ ہوئی اور کسی دوسرے نبی کو جنم لینا پڑا۔ اس آیت کی بھی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئیگی۔

نیز قرآن مجید ارشاد کرتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔	ہم نے آپکو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام عالم والوں کیلئے

جس طرح کہ باتفاق دنیا الحمد للہ رب العلمین میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ پس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم والوں کیلئے رحمت ہیں اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ جب آپکی نبوت و رسالت عام ہو اور آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو ورنہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان لاتیوالا اور آپ کے احکام و سنن کا پورا اتباع کرنیوالا اس پر ایمان نہ لایا اُسکی ساری کوششیں اکارت اور سارے اعمال حبط ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونیکے منافی ہے۔ بلکہ اس صورت میں آپکی ذات مبارک اور آپ کا اتباع صرف انہیں لوگوں کیلئے رحمت ہوگا جو دوسرے نبی کے مبعوث ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تمام اہل عالم کے لئے رحمت ہونا ثابت نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ اور بھی قرآن مجید کی بہت سی تصریحات و اشارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے جن کو انشاء اللہ تعالیٰ مستقل طور سے ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔

ان تمام آیات قرآن مجید سے ناظرین یہ سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ سب اُسی معنی کی تائید کرتی ہیں جو احقر نے آیت خاتم النبیین کے عرض کئے ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر احادیث سے

تفسیر قرآن مجید کی ترتیب میں دوسرا درجہ حدیث کا ہے۔ سو اُسکے متعلق یہ گذارش ہے۔ آیت کی وہ تفسیر جو ہم اوپر لغت عرب اور خود قرآن عزیز سے نقل کر چکے ہیں احادیث میں بھی ایک بہت بڑا دفتر اُس تفسیر کا شاہد ہے جسکے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ اور کوئی تفسیر آیت خاتم النبیین کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت ثوبان رض راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون كلهم يزعم انه نبي وانا خاتم النبيين	قیامت اسوقت تک نہیں قائم ہو سکتی جبتک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اُٹھائے جائیں جنمیں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ وہ نبی ہے حالانکہ

لا نبی بعدی (ابوداود و ترمذی)	میں تو خاتم النبیین ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی ہونیوالا نہیں ۔

اس حدیث میں خود اُس مقدس ذات نے کہ جس پر یہ قرآن نازل ہوا۔ جھگڑے کا قطعی فیصلہ کر دیا اور بتلا دیا کہ مسلمانو! خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا نہ خاتم کے معنی اس جگہ مہر و انگشتری کے ہیں اور نہ النبیین میں کوئی تخصیص۔ کیونکہ لا نبی بعدی میں لائے نفی جنس کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا گیا۔

نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی الفاظ مرفوعاً روایت کیے گئے ہیں۔

وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی	حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں

(اخرجہ احمد والطبرانی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ۔ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (بخاری و مسلم وغیرہما)	کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو اور اُسکو آراستہ پیراستہ کیا ہو۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو اور لوگ اسکے پاس چکر لگانے اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھدی گئی کہ تعمیر تمام ہوجاتی، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں ۔

اے مسلمانی کا دعویٰ کرنیوالو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنیوالو کیا اس جیسے کھلے کھلے بیانات کے بعد بھی تمہیں کوئی شک ہے کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی صرف وہی ہیں جو ہم نے عرض کئے اور کیا آپ ان تمام نصوص و تصریحات میں کہیں غیر تشریعی یا ظلی اور بروزی نبی کا استثناء دیکھتے ہیں۔ جو وہ نبی محمد ﷺ جن پر یہ کلام مقدس نازل ہوا (فداہ روحی وابی وامی) نہایت صاف صاف مثالیں دیکر بتلاتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہیں۔ یعنی تمام افراد انبیاء کے بعد میں مبعوث ہونیوالا کہ جس کے بعد نبوت کا علم اور مرتبہ محل بالکل مکمل ہوجاتا ہے اور کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت اور گنجائش نہیں رہی۔ اس قصر نبوت کی تکمیل کے بعد نہ تشریعی نبوت کی اینٹ کی اسمیں ضرورت و گنجایش ہے اور نہ غیر تشریعی یا ظلی و بروزی کی۔ فبای حدیث بعدہ یؤمنون

نیز حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب واحلت لی الغنائم	مجھے تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی۔ ایک یہ کہ مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے دوسرے یہ کہ رعب کے ذریعہ سے میری مدد کیگئی تیسرے

وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (رواہ مسلم فی الفضائل)	میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ چوتھے میرے لئے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور بذریعہ تیمم پاک کرنیوالی بنایا گیا۔ پانچویں مجھے تمام خلقت کیطرف بھیجا گیا۔ چھٹے میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا۔

اس حدیث میں اس تحریف کی بھی جڑ کاٹ دی گئی جو لفظ خاتم میں کیجاتی ہے۔ لفظ خاتم کے بجائے ختم بی النبیون رکھدیا گیا۔ اور کیا اسمیں کہیں بروزی نبی کا استثناء موجود ہے۔

اور حضرت ابو امامہ باہلیؓ ایک طویل حدیث کے ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:۔

انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم (رواہ ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال)	میں سب انبیاء میں سے آخری ہوں اور تم سب امتوں میں سے آخری

کسقدر وضاحت کیساتھ بیان فرمایا گیا کہ خاتم النبیین کے وہ ہی معنی اور صرف وہ ہی معنی ہو سکتے ہیں اور ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ یعنی آپ سب انبیاء میں سے آخری اور سب کے ختم کرنیوالے نبی ہیں۔ اور پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم آخری امت ہو۔ جس نے یہ بات صاف کر دی کہ آپ کے بعد کوئی شخص اس امت کیلئے نبی بنا کر نہ بھیجا جائیگا۔ جس کیلئے ایک دوسری امت ہو۔

اے عقل کے مدعی! اسلام کا دم بھرنیوالو تمہیں اب بھی یقین ہوا کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی اُسکے سوا کچھ نہیں جو ہم نے عرض کئے اُسمیں نہ تشریعی کی تخصیص ہے نہ غیر تشریعی اور بروزی وظلی کی۔

نیز حضرت عرباض ابن ساریہؓ روایت فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینتہ (مشکوٰۃ من شرح السنۃ ومسند احمد)	تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت میں لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی ہی تھے

اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع ومشفع ولا فخر (مشکوٰۃ عن الدارمی)	میں تمام رسولوں کا رہبر ہوں اور کوئی فخر نہیں اور میں تمام کا ختم کرنیوالا ہوں اور کوئی فخر نہیں اور میں پہلا شفاعت کرنیوالا اور مقبول الشفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

وہ حضرات جو آیت خاتم النبیین میں تحریف کے جال پھیلاتے ہیں اور النبیین کے الف لام میں جھگڑا ڈالکر یہ چاہتے ہیں کہ نبیین سے تمام انبیاء مراد نہ لئے جائیں۔ ذرا عنایت فرماکر یہ تو بتلائیں کہ قائد المرسلین میں الف لام استغراق حقیقی کا ہے یا نہیں اور کیا اسجگہ مرسلین سے تمام مرسلین بلا استثناء اور بلا تخصیص مراد ہیں یا نہیں اگر نہیں تو اسکا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ سب انبیاء کے سردار اور رہبر نہیں بلکہ صرف بعض کے ہیں یعنے

غیر تشریعی انبیار کے

اور اگر یہ کہا جائے کہ اسجگہ المرسلین میں الف لام استغراق حقیقی کے لئے ہے اور مرسلین سے تمام افراد مرسلین کے بلا کسی استثنار و تخصیص کے مراد ہیں تو میرے عنایت فرما ذرا مجھے یہ تبلادیں کہ پھر لفظ النبیین نے جو اُس کے بعد ہی مذکور ہے اُن کا کیا تصور کیا ہے کہ وہ اُسمیں طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈتے ہیں اور اُسمیں تمام افراد انبیار کو داخل نہیں ہونے دیتے۔

کیا اسجگہ قائد المرسلین اور خاتم النبیین میں اسکے سوا کوئی فرق ہے۔

نیز ابن ابی الدنیا اور ابو یعلی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا ہے کہ جب فرشتے (منکر نکیر) قبر میں مردہ سے سوال کرینگے کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے تو وہ کہیگا:۔

ربی اللہ والاسلام دینی ومحمد نبیی وھو خاتم النبیین فیقولان لہ صدقت (تفسیر در منثور ص۲۱۵ ج۱)	میرا پروردگار اللہ تعالی ہے اور اسلام میرا دین ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نبی ہیں اور آخری نبی ہیں۔ یہ سنکر فرشتے کہیں گے کہ تونے سچ کہا۔

منکر و نکیر بھی اُس شخص کی تصدیق کرتے ہیں جس نے آنحضرت کو اور تمام انبیار کا ختم کرنیوالا سمجھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات میں مختلف مجمعوں میں مختلف عنوانات اور بیانات سے اس آیت کی تفسیر احادیث میں فرمائی ہے جن میں سے اسجگہ صرف چند حدیثیں بقدر ضرورت آیت مذکورہ کی تفسیر میں پیش کردی گئیں۔ جنکو دیکھکر خدا سے ڈرنیوالا اور رسول پر ایمان لانیوالا مسلمان اسپر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آیت خاتم النبیین کے معنی اور اسکی تفسیر وہی ہے جو احقر نے اول لغت عرب سے اور پھر خود قرآن کریم سے نقل کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپ سب انبیار میں آخری نبی اور تمام انبیار کے ختم کرنیوالے ہیں۔ نہ اسمیں کسی تشریعی نبی کی تخصیص ہے اور نہ غیر تشریعی ظلی بروزی وغیرہ کا استثنار

اے اسلام کے مدعی مسلمانو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپکے اتباع کا دم بھرنیوالو لغت عرب نے آپکو ان معنوں کی طرف ہدایت کی۔ خود قرآن کریم نے پکار پکار کر ارشاد کیا کہ میری مراد یہ ہے۔ قرآن عزیز جس مقدس ذات پر نازل ہوا اُس نے خود بار بار مختلف جلسوں میں متعدد بیانات کیساتھ اسکا اعلان کیا کہ آیت مذکورہ کے یہی معنی ہیں کہ آپ تمام انبیار کے ختم کرنیوالے ہیں۔ اور حدیث کے عظیم الشان دفتر میں ایک جگہ بھی تشریعی غیر تشریعی کی تفصیل نہ فرمائی اور نہ بروزی یا ظلی کا استثنار کیا۔ پس کیا اسکے بعد بھی آپکو کوئی شک باقی رہا۔ فبای حدیث بعدہ یومنون۔

پس اب بھائیوں کا دعویٰ مستقل نبوت کا یا مرزا صاحب کے دعاوی کیونکر قابل پذیرائی اور تسلیم کرنیکا پہلو اختیار کر سکتے ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر صحابہ و تابعین رض سے

تفسیر قرآن مجید کے متعلق جو ترتیب ہے اسکا تیسرا اور چوتھا درجہ صحابہ و تابعین کی تفسیریں اور ان کے اقوال دربارہ تفسیر ہیں۔

ظاہر ہے کہ اسکا استیعاب بھی کسی کی قدرت میں نہیں اسلیے اقوال صحابہ و تابعین میں سے بھی بقدر ضرورت معدودے چند ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے یہ انکو اندازہ ہو سکیگا کہ امت کے ان اسلاف نے اس آیت کے معنی کیا سمجھے ہیں جنہوں نے یہ سبق اس استاد کو پڑھا ہے جسکا استاد بلا واسطہ خدائے قدوس ہے۔

ابو جعفر ابن جریر طبری اپنی عظیم الشان تفسیر میں حضرت قتادہ رض سے خاتم النبیین کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں۔

عن قتادة رض ولكن رسول الله وخاتم النبيين اى آخرهم (ابن جرير ج ۲۲ صـ ۱۱)	حضرت قتادہ رض سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہیں

حضرت قتادہ رض کا یہ قول شیخ جلال الدین سیوطی رح نے تفسیر درمنثور میں عبد الرزاق اور عبد ابن حمید اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے بھی نقل کیا ہے۔ (درمنثور صـ ۲۰۴ ج ۵) اس قول نے بھی صاف وہی بتلا دیا کہ جو ہم اوپر لغت عرب اور قرآن عزیز اور احادیث سے نقل کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہیں۔ کیا اسمیں کہیں تشریعی یا غیر تشریعی اور بروزی ظلی وغیرہ کی کوئی تفصیل ہے۔

نیز حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض سے تو آپ معلوم کر چکے ہیں ان کی قراءت ہی آیت مذکورہ میں ولکن نبیاً ختم النبیین ہے جو خود اسی معنی کیطرف ہدایت کرتی ہے جو بیان کئے گئے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود آیت کے معنی اسکے خلاف کر سکیں۔

اور سیوطی رح نے درمنثور میں بحوالہ عبد اللہ ابن حمید حضرت حسن رض سے نقل کیا ہے۔

عن الحسن فى قوله وخاتم النبيين قال ختم الله النبيين بمحمد صلى الله عليه وسلم وكان آخر من بعث (درمنثور صـ ۲۰۴ ج ۵)	حضرت حسن رض سے آیت خاتم النبیین کے بارہ میں یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور آپ ان رسولوں میں سے جو اللہ کیطرف سے مبعوث ہوئے آخری ٹھہرے

کیا اس جیسی تصریحوں کے بعد بھی کسی شک یا تاویل کی گنجائش ہے اور بروزی یا ظلی کی تاویل چل سکتی ہے اور درمنثور میں سیوطی نے مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رض کا قول یہ نقل کیا ہے۔

قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ (درمنثور ص۲۰۴ ج ۵)	آپکو خاتم النبیین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں۔

حضرت صدیقہ کا یہی ارشاد ابن قتیبہ نے تاویل الاحادیث میں بھی روایت کیا ہے۔ دیکھو تاویل الاحادیث مطبوعہ مصر نیز درمنثور میں بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ نے بھی اس قسم کا قول نقل فرمایا ہے۔ وھو ھذا

عن الشعبی رح قال قال رجل عند المغیرۃ ابن شعبۃ صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ فقال المغیرۃ ابن شعبۃ حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسٰی علیہ السلام خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ وبعدہ (درمنثور ص۲۰۴ ج ۵)	حضرت شعبی جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کے سامنے یہ کہا کہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ جناب محمد پر جو کہ خاتم الانبیاء ہیں اور انکے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ جب تم کہو تو تمہارے لئے خاتم الانبیاء کہدینا کافی ہے لا نبی بعدہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کو حدیث بیان کیجاتی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہونیوالے ہیں تو وہ آپ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی ہوں گے۔

دونوں کا مطلب صاف اور ظاہر یہی ہے کہ کلمہ لا نبی بعدہ سے چونکہ بظاہر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آپکے بعد کوئی نبی نیا یا پرانا نہیں آسکتا جس سے اسلام کے اجماعی عقیدہ اور صحابہ کے متفقہ اعتقاد نزول عیسٰی علیہ السلام پر صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

اسلئے حضرت صدیقہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس قسم کے لفظ بھی اختیار نکرو کہ جن سے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کا گمان یا وہم ہو سکے بلکہ جس مقصد ختم نبوت کو تم بیان کرنا چاہتے ہو وہ تو صرف لفظ خاتم النبیین سے پورے طور پر واضح ہو سکتا ہے اور اتنا ہی کافی ہے اگلا فقرہ یعنی لا نبی بعدہ بھی اگرچہ فی نفسہ اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل درست ہے لیکن تاہم چونکہ نزول عیسٰی علیہ السلام کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے صرف خاتم النبیین ہی پر اکتفا کرنا مقصود کے ادا کرنے کیلئے کافی اور ایہام خلاف سے بچنے کیلئے اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں اور یہ معنی نزول مسیح کے کسی طرح مخالف نہیں سمجھے جاسکتے اسلئے کہ اسکے معنی اسکے سوا نہیں کہ آپ کیساتھ وصف نبوت باعتبار بعثت کے، سب انبیاء کے بعد میں متعلق ہوا (اگرچہ باعتبار خلق کے سب سے پہلے لگ چکا تھا)۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جس وقت آسمان سے آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو ان پر وصف نبوت اسوقت نہیں لگایا جائیگا بلکہ وہ وصف نبوت جس وقت سے کہ خداوند عالم نے ان کو عطا فرمایا تھا اسیوقت سے ہمیشہ اسی طرح باقی رہا اور رہیگا۔

اسلئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول لفظ خاتم النبیین اور آخر النبیین کے کسی طرح خلاف نہیں پھر یہ

معنی صرف ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرفوع حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔
دیکھو تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۸ ج ۷۔ بتخریج ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

انا اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان)	میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہیں۔

جس نے صاف بتلا دیا کہ خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی یہی ہیں کہ آپ کا وصف نبوت باعتبار بعثت کے سب انبیاء علیہم السلام کے بعد میں ہے اور اس بناء پر کسی پہلے نبی کا آپ کے بعد باقی رہنا اس آیت کے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتا
اسی مضمون کو تفسیر روح المعانی صفحہ ۶۵ ج ۷۔ اور کشاف صفحہ ۲۱۵ ج ۲ میں نہایت وضاحت کیساتھ بیان کیا ہے۔ ان شئت فارجع الیہ۔ اسکے علاوہ اگر لغت عرب اور محاورات پر نظر ڈالی جائے تو تھوڑے سے غور کرنے سے ثابت ہو جائیگا کہ آخر النبیین اور اول النبیین اور آخر العلماء اور آخر الطلباء، اور آخر القائمین۔ آخر المومنین۔ آخر الشاہدین۔ آخر القاعدین۔ آخر الاولاد وغیرہ محاورات میں صرف اسی معنی کیلئے آتے ہیں کہ اولیت اور آخریت باعتبار وصف مضاف الیہ کے لیجاتی ہے۔ جبتک کہ کوئی قید اس سے پھیرنے کیلئے نہ لگائی جائے۔
جیسے اول المومنین ہجرۃً مثلاً یعنی اول باعتبار ہجرت کے۔ یہی وجہ ہے کہ امام عربیت علامہ زمخشری نے خاتم النبیین کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ (لا ینبأ احد بعدہ) (تفسیر کشاف صفحہ ۲۱۵ ج ۲) یعنی آپ کے بعد کوئی شخص نبی بنایا نہ جائیگا۔

الحاصل خاتم النبیین کے معنی محاورات عرب اور احادیث مرفوعہ اور تفسیر محققین پر نظر ڈالتے ہوئے کسی تھوڑی سی عقل رکھنے والے کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں شک و شبہ پیدا نہیں کر سکتے۔ البتہ لانبی بعدہ کے ظاہری لفظ سے ایک سطحی نظر والے عامی آدمی کو اس میں کچھ وہم پیدا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ کچھ غور کرنے سے وہ بھی بلا تکلف زائل ہو سکتا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے محل میں عرض کیا جائیگا۔

اسی ظاہری اور سطحی وہم کو دفع کرنے کیلئے حضرت صدیقہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لفظ کو مت اختیار کرو کہ جن سے عوام کو سطحی نظر میں کوئی شبہ پیدا ہو سکے۔

باقی رہا یہ شبہ کہ لانبی بعدی احادیث صحیحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے جس اس لفظ کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کی غرض اس کلام سے یہ نہیں کہ معاذ اللہ یہ لفظ غلط ہیں یا ان کا بیان کرنا ناجائز ہے بلکہ ان کی غرض محض عقیدہ عوام کی اصلاح اور غیر مقصود کے ابہام سے بچانا ہے۔

اور یہ ایک ایسی غرض ہے کہ اس کیلئے بہت سی احادیث مرفوعہ کو عوام کے سامنے بیان نہ کرنا ہی اولیٰ سمجھا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح میں اسپر مستقل باب منعقد کیا ہے باب من

من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس عنه فيقعوا في اشد منه یعنی امر مختار کے اظہار میں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ قاصر الفہم ایسی خرابی میں مبتلا ہو جائیں گے جو امر مختار کے ترک سے زیادہ مضر ہے تو علماء کو چاہیے کہ اس مختار کو ترک فرمادیں اور غیر مختار کو قائم رکھیں۔ پھر اس ترجمہ کے ذیل میں یہ حدیث بیان فرمائی :۔

"حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اے عائشہ اگر تیری قوم نومسلم قریب العہد بالکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے (جیساکہ اصل بناء ابراہیمی میں تھا) چنانچہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رض نے اپنے زمانہ خلافت میں ایسا ہی کیا۔ (رواہ البخاری فی کتاب العلم صد ۲۴ ج ۱)"

مطلب یہ ہو کہ قریش چونکہ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اگر کعبہ کو توڑا جائے گا تو وہ بدگمان ہو جائیں گے اور یہ نہ سمجھیں گے کہ اسکی غرض درحقیقت اسکی اصل بناء ابراہیمی پر قائم کرنا ہے۔

اس حدیث کو پڑھکر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ خدا کا برحق رسول بنائے کعبہ کی اصلاح کی تمنا اپنے دل میں لیکر دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اسکی اصلاح اسلیے نہیں کرتا کہ مبادا کم فہم لوگ الٹی نہ سمجھ جائیں اور بجائے نفع کے نقصان پہونچے۔ پس اگر حضرت صدیقہ جو خود اس واقعہ کی راوی بھی ہیں اس قسم کے امور کی زیادہ رعایت کریں اور ایک کلمہ حق کے عام طور پر کہنے سے اسلیے منع فرمائیں کہ مبادا لوگ اس سے کسی غلط فہمی میں پڑجائیں تو کیا بعید ہے۔ اسی طرح حضرت علی رض نے فرمایا ہے :۔

حدثوا الناس بما يعرفون اتحبون ان يكذب الله ورسوله (رواہ البخاری)	یعنی لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جسکو وہ سمجھ سکیں کیا تم پسند کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کی تکذیب کیجائے

الغرض حضرت عائشہ اور حضرت مغیرہ رض کے اقوال میں جو لانبی بعدی کے لفظ سے ممانعت ہے وہ اس مصلحت پر مبنی ہے ورنہ عیاذاً باللہ ان دونوں حضرات کے اقوال ایک متواتر حدیث نبوی کے مخالف اور معارض ہوں گے جسکو کوئی سمجھدار انسان گوارا نہیں کرسکتا۔ پھر اگر بالفرض ایسا ہو تو یہ بھی ظاہر ہے کہ اسوقت امت کیلیے راہ عمل اور قابل تسلیم فرمان ہوگا جو خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتراً ثابت ہوا نہ کہ دو صحابی کے اقوال جنکی سند کا بھی کچھ پتہ نہیں :۔

ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ آیت مذکورہ کی جو تفسیر عرض کی گئی۔ اسکے شاہد حضرت قتادہ[۱] اور عبداللہ ابن[۲] حود اور حضرت حسن[۳] اور صدیقہ عائشہ[۴] اور مغیرہ[۵] ابن شعبہ جیسے حضرات ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت جابر رض[۶] اور حضرت ابو سعید[۷] خدری رض حضرت ابو الطفیل[۸] رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ[۹] اور حضرت انس[۱۰] اور حضرت عثمان[۱۱] ابن مسلم رض حضرت معاویہ رض[۱۲] حضرت جبیر[۱۳] ابن مطعم رض اور حضرت عبداللہ[۱۴] ابن عمر رض حضرت ابی[۱۵] بن کعب اور حضرت حذیفہ[۱۶] رض اور حضرت ثوبان[۱۷] رض حضرت عبادہ[۱۸]

ابن الصامت رضؓ۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضؓ۔ حضرت عطاء ابن یسار۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ حضرت عرباض ابن ساریہ رضؓ۔ حضرت عقبہ ابن عامر رضؓ۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ حضرت ام کرز رضؓ۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ حضرت ام ایمن وغیرہم چونسٹھ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعلیہا اجمعین سے بھی ختم نبوت کے وہی معنی بالفاظ مختلفہ منقول و روایت[1] ہیں۔ جو مکرر عرض کئے گئے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اگر قلب میں کوئی احساس اور دماغ میں سمجھنے کا کچھ مادہ ہے تو کوئی مسلمان بلکہ کوئی منصف مزاج کافر بھی ان چونسٹھ حضرات صحابہ کی شہادتوں کے بعد ہمارے دعوے کے ثبوت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ پھر ہدایت وضلالت کسی بشر کے قبضہ میں نہیں۔ بل الامر بید اللہ تعالیٰ یصرف کیف یشاء

آیتِ مذکورہ کی تفسیر ائمۂ تفسیر کے اقوال سے

خداوند علیم وخبیر ہی کو معلوم ہے کہ کتنے متقدمین اور متاخرین بڑے اور چھوٹے علماء وصلحاء نے اسوقت تک تفسیر میں کتابیں لکھی ہیں اور کتنی موجود ہیں۔

لیکن اجمالاً یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اتنی کثیر ہیں کہ سب کا احاطہ کسی بشر سے نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو اپنے اس مضمون میں سب کے استیعاب کی نہ ضرورت ہے اور نہ میری قدرت میں ہے بلکہ صرف چند مشہور ومعتبر تفاسیر کے حوالے اور مفسرین کے اقوال ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین اُن سے یہ اندازہ کرلیں کہ جن بزرگانِ دین نے اپنی تمام عمر کو اسی میدان کی سیاحت میں ختم کر دیا ہو۔ انہوں نے اس آیت کریمہ کی مراد کیا سمجھی ہو اور اسکی کیا تفسیر کی ہو۔

امام المفسرین حضرت ابو جعفر ابن جریر طبری رحؒ اپنی عظیم الشان تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:۔

ولکنہ رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیہا فلا تفتح لاحد بعدہ الی قیام الساعۃ وبنحو الذی قلنا قال اھل التاویل (ابن جریر ص ۱۱ ج ۲۲)	لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی وہ شخص جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اُس پر مہر لگا دی پس وہ آپکے بعد کسی کیلئے نہ کھولی جائیگی قیامت کے قائم ہونے تک اور ایسا ہی ائمہ تفسیر صحابہ وتابعین نے فرمایا ہے۔

امام المفسرین ابن جریر کی اس عبارت کے بعد بھی کیا کوئی انسان یہ کہہ سکتا ہو کہ خاتم النبیین سے صرف انبیاء اصحابِ شریعت کا اختتام ثابت ہوتا ہے۔ مطلقاً ختم نبوت ثابت نہیں ہوتا۔ جبکہ انہوں نے تاکید در تاکید کے ساتھ یہ بھی صاف صاف فرمایا کہ لا تفتح لاحد بعدہ یعنی دروازہ نبوت آپ کے بعد کسی کیلئے مطلقاً قیامت تک کھولا جائیگا اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہ اُن کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے۔ بلکہ جیسا کہ اُن کی عادت ہے یہ بھی تصریح فرما دی کہ

[1] ان میں سے ہر صحابی کی مفصل روایت ختم النبوت فی الاحادیث میں دیکھنی چاہئے۔

یہی تفسیر اہل تفسیر صحابہ و تابعین وغیرہم سے مروی ہے۔ اور جس کو اسکے بعد متعدد اسانید کیساتھ متعدد حضرات سے روایت کیا ہے

حضرت علی بن حسین رضہ سے ابن جریر رحہ نقل فرماتے ہیں :-

بکسر التاء من خاتم النبیین بمعنی انہ ختم النبیین (الی قولہ) وقرأ ذلک فیما یذکر الحسن و العاصم وخاتم النبیین بفتح التاء بمعنی انہ اٰخر النبیین (ابن جریر ص ۱۲ ج ۲۲)	خاتم النبیین بکسر التاء اس معنی میں کہ آپ نے تمام انبیاء کو ختم کر دیا اور جیسا کہ نقل کیا جاتا ہو قرآء میں سے حسن اور عاصم اس لفظ کو خاتم النبیین بفتح التاء پڑھا ہے اس معنی میں کہ آپ آخر النبیین ہیں ۔

حضرت علی بن حسین رضہ نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا کہ جمہور کی قرات بکسر التاء کو اختیار کیا جائے یا حسن اور عاصم کی قرات بفتح التاء کو۔ بہر حال ان کا حاصل ایک ہی۔ صرف ترجمہ لفظ اور تخریج صیغہ کا فرق ہوگا ۔

رئیس المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی مقبول و مستند تفسیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے دعوے کو نہایت وزندار الفاظ میں روشن فرماتے ہیں ۔

فھذہ الاٰیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بالطریق الاولی والاحرٰی لان مقام الرسالۃ اخص من مقام النبوۃ فان کل رسول نبی ولا ینعکس وبذلک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ابن کثیر ص ۸۹ ج ۸)	پس یہ آیت اس بات میں نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور جب کوئی نبی نہ ہو تو رسول بدرجہ اولی نہ ہوگا کیونکہ مرتبہ رسالت کا نسبت مرتبہ نبوت کے خاص ہی ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ (جیسا کہ ہمنے مقدمہ رسالہ میں مفصل عرض کیا ہے) اور اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں جس کو صحابہ کرام رضہ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے نقل کیا ہے ۔

ابن کثیر رحہ بھی ساتویں صدی ہجری کے ان علماء میں سے ہیں کہ جن پر اگر اسلام فخر کرے تو بجا ہے تفسیر میں ان کی اس کتاب کا مرتبہ سلفاً و خلفاً مسلم ہے ۔

اس جلیل القدر مفسر کے الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور اندازہ کر لیجئے کہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں جو کچھ ہم نے عرض کیا وہ کس طرح قرآن و حدیث اور آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کا ٹھیک اردو ترجمہ ہے جس میں درحقیقت ہمارا کوئی تصرف نہیں ۔

ابن کثیر رحہ نے یہ بھی صاف کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت و رسالت کسی کو نہیں مل سکتی کیونکہ رسول تو صاحب شریعت نبی کو کہا جاتا ہے اور نبی عام ہے صاحب شریعت ہو یا غیر صاحب شریعت۔ چونکہ آیت میں بجائے خاتم المرسلین کے خاتم النبیین فرمایا ہے۔ اسلئے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی نبوت کا اختتام بتلانا منظور ہے

تشریعیہ ہو یا غیر تشریعیہ۔ اور بصورت ظلیت و بروزیت ہو یا کسی صورت سے۔ نیز اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں اور اُن کی روایت کرنیوالی صحابہ کی ایک بڑی جماعت ہے۔

اس کے بعد ابن کثیر رح نے بہت سی احادیث ختم نبوت پر پیش فرمائی ہیں جنکو مولانا محمد شفیع صاحب نے مفصلاً ختم النبوۃ فی الحدیث میں بیان فرمایا ہے

آخیر میں اس جلیل القدر مفسر نے نتیجہ کے طور پر عقیدہ ختم نبوت پر ایک مفصل اور مؤکد تحریر فرمائی ہے جو خصوصیت کیساتھ قابل ملاحظہ ہے جس کو دیکھکر یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ علامہ ابن کثیر اب سے سات سو برس پہلے شاید بابی بہائی اور قادیانی مرزاجی کے حالات سے بطریق کشف مطلع ہو کر اُن کی تردید کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے عبارت ذیل۔

فمن رحمة الله تعالى بالعباد ارسال محمد صلى الله عليه وسلم اليهم ثم من تشريفه له ختم الانبياء والمرسلين به واكمال الدين الحنيف له وقد اخبر الله تبارك وتعالى فى كتابه ورسوله صلى الله عليه وسلم فى السنة المتواترة عنه انه لا نبى بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب افاك دجال ضال مضل ولو تخرق وشعبذ واتى بانواع السحر والطلاسم والنيرنجيات فكلها محال وضلال عند اولى الالباب كما اجرى الله سبحانه وتعالى على يد الاسود العنسى باليمن ومسيلمة الكذاب باليمامة من الاحوال الفاسدة والاقوال الباردة ما علم كل ذى لب وفهم وحجى انهما كاذبان ضالان لعنهما الله تعالى وكذلك كل مدع لذلك الى يوم القيامة حتى يختموا بالمسيح الدجال فيخلق الله تعالى معه من الامور ما يشهد العلماء والمومنون بكذب من جاء بها

(ابن کثیر ص ۹۱ ج ۸)

پس بندوں پر خدا کی رحمت ہی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکی طرف بھیجنا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں سے یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ختم کیا اور دین حنیف کو آپ کیلئے کامل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اُس کے رسول نے اپنی احادیث متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونیوالا نہیں تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوت کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا افترا پرداز دجّال گمراہ اور گمراہ کرنیوالا ہے اگرچہ خرق عادات اور شعبدے دکھلائے اور قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے اسلئے کہ یہ سب کچھ عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی مدعی نبوت کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کے ہاتھ پر یمامہ میں احوال فاسدہ اور اقوال باردہ ظاہر کئے جنکو دیکھکر ہر عقل و فہم اور تمیز والا یہ سمجھ گیا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ کرنیوالے ہیں خداوند ان پر لعنت کرے اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعی نبوت پر یہاں تک کہ وہ مسیح دجال پر ختم کر دئے جائیں گے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور پیدا فرما دے گا کہ علماء اور مسلمانان اُس کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیں گے۔

غفلت کی میٹھی نیند سونیوالو! خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھو۔ کیا ابن کثیر جیسے امام کی [illegible] پرجوش
آواز نے بھی آپکو بیدار نہیں کیا؟ کیا ایسے ایسے صاف صاف بیانات کے بعد بھی آپ وہی "[illegible]" ہانکیں گے
اور ائمہ دین کی ان تصریحات کو ٹھکراتے ہوئے اب بھی یہی کہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی بھی
قسم کا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی مفصل تفسیر در منثور ص۲۰۴ ج ۵ میں بھی صحابہ [illegible] اور ائمہ مفسرین
کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے آیت مذکورہ کی تفسیر وہی قرار دی ہے جو مکرر عرض کیگئی۔

نیز اپنی مختصر جلالین میں بھی اسی مضمون کو واضح بیان فرمایا ہے۔ اور علامہ زمخشری نے اپنی مشہور و
مقبول تفسیر کشاف میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

عربی	ترجمہ
خاتم بفتح التاء بمعنى الطابع وبكسرها بمعنى الطابع وفاعل الختم وتقويه قراءة عبد الله بن مسعود رض ولكن نبيا ختم النبيين فان قلت كيف كان آخر الانبياء وعيسى عليه السلام ينزل في آخر الزمان قلت معنى كونه آخر الانبياء انه لا ينبأ احد بعده وعيسى ممن نبئ قبله الخ (كشاف مصري ص۲۱۵ ج۲)	خاتم بفتح التاء بمعنی آلہ مہر اور بکسر تاء بمعنی مہر کرنیوالا یا ختم کرنیوالا۔ اور اسی معنی (یعنی ختم کرنیوالا) کی تقویت کرتی ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود کی قرارت ولکن نبیا ختم النبیین پس اگر آپ یہ کہیں آپ آخر الانبیا کسطرح ہو سکتے ہیں حالانکہ عیسی علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے اتریں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ کے آخر الانبیاء ہونیکے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا تو اب نزول عیسی علیہ السلام سے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ عیسی علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے۔

علامہ زمخشری جو علاوہ فنون تفسیر کے لغت عرب اور فنون عربیت کے یکتا امام مسلم ہیں انہوں نے خاتم النبیین
کے معنی یہی سمجھے کہ کوئی کسی قسم کا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے ان کو نزول عیسی
علیہ السلام کے متعلق یہ جواب دینا پڑا کہ خاتم النبیین کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائیگا، ولہذا
نزول عیسی علیہ السلام اس کے مخالف نہ ہوا کیونکہ وہ اسوقت نبی نہ بنیں گے بلکہ وہ اپنی پہلی نبوت پر بدستور باقی ہیں جیسا کہ
ہم اوپر کسی قدر تفصیل کیساتھ عرض کر چکے ہیں۔

نیز امام رازی رح نے اپنی تفسیر کبیر ص۶۱۷ ج ۶ مطبوعہ مصر میں بھی اسی مضمون اور تفسیر کی تائید فرمائی ہے۔
اور شیخ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و مستند تفسیر روح المعانی میں آیت مذکورہ کی تفسیر
نہایت شرح و بسط کیساتھ لکھتے ہوئے فرمایا ہے۔

عربی	ترجمہ
والمراد بالنبي ما هو اعم من الرسول فيلزم من كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين	اور نبی سے مراد وہ ہے جو رسول سے عام ہے پس آپ کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین ہونا بھی

كونه خاتم المرسلين (روح المعانی صفحہ ۶۶ ج ۷)

لازم ہوگا۔

جیساکہ اوپر ابن کثیرؒ سے نقل کیا جا چکا ہے شیخنا سید محمود آلوسیؒ بھی وہی فرمارہے ہیں جسمیں یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ خاتم النبیین سے مطلقاً انبیاء کا اختتام بتلانا منظور ہے خواہ وہ نبی بلا رسالت و شریعت کے ہوں اور یا معہ رسالت و شریعت کے یا کسی اور طریق پر۔

مگر اس سے جو ایک سطحی اور سرسری نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا خلاف سمجھا جا سکتا ہے اُس کے ازالہ کیلئے فرماتے ہیں۔

والمراد بكونه عليه الصلوٰة والسلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد من الثقلين بعد تحليه عليه الصلوٰة والسلام بها فی هذه النشأة ولا يقدح فی ذلك ما اجمعت عليه الامة واشتهرت فيه الاخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق به الكتاب علی قول ووجب الايمان به واكفر منكره كالفلاسفة من نزول عيسیٰ عليه السلام آخر الزمان لانه كان نبيا قبل تحلی نبينا صلی الله عليه وسلم بالنبوة فی هذه النشأة (روح المعانی ۶ ج ۷)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپکے اس عالم میں وصف نبوت کیساتھ متصف ہونیکے بعد وصفِ نبوت کا پیدا ہونا بالکل منقطع ہوگیا جن و انس میں سے کسی میں اب یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ مسئلہ ختم نبوت اس عقیدہ کے ہرگز معارض نہیں جس پر امت نے اجماع کیا ہے اور جسمیں احادیث شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اور شاید درجہ تواتر معنوی کو پہنچ جائیں اور جسپر قرآن نے تصریح کی اور جسپر ایمان لانا واجب ہے اور اُسکے منکر مثلاً فلاسفہ کو کافر سمجھا گیا ہے یعنی نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں نبوت ملنے سے پہلے وصف نبوت کیساتھ متصف ہو چکے تھے۔

عبارت مذکورۃ الصدر میں جس صراحت و وضاحت کیساتھ ہمارے مقصد کو بیان کیا گیا ہے اُسکو دیکھنے کے بعد کوئی مسلمان یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اب بھی اسکو کوئی شک باقی ہو

نیز اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جو خصوصیت کیساتھ قابل ملاحظہ ہے

وكونه صلی الله عليه وسلم خاتم النبيين مما نطق به الكتاب وصدعت به السنة واجمعت عليه الامة فيكفر مدعی خلافه ويقتل ان اصر۔ (روح المعانی ص ۶۵ ج ۷)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا اُن مسائل میں سے ہے جن پر قرآن بول اُٹھا اور جن پر احادیث نے صاف صاف تقریر کی اور جن پر اُمت نے اجماع کیا۔ اسلئے اسکے خلاف کا دعویٰ کرنیوالے کو کافر سمجھا جائے۔ اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کردیا جائے۔

اور تفسیر کی مشہور و مستند کتاب خازن میں ہے۔

لہ یہ اسلئے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عند اللہ سب سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں مگر اس عالم تخلیق میں سب سے آخر میں صفت نبوت آپکو دیا گیا۔ ۱۲ منہ

خاتم النبیین ختم اللّٰہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ بعدہ ای ولا معہ (خازن صفحہ ۳۷ ج ۳)

خاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت ختم کردی پس نہ آپ کے بعد کوئی نبوت ہے اور نہ آپ کیساتھ

اور علامہ نسفی رح نے اپنی مستند و معتبر تفسیر مدارک التنزیل میں لکھا ہے۔

خاتم النبیین بفتح التاء عاصم بمعنی الطابع ای اٰخرھم یعنی لا ینبأ احد بعدہ وعیسیٰ علیہ السلام ممن نبئ قبلہ وغیرہ بکسر التاء بمعنی الطابع وفاعل الختم وتقویہ قراءۃ عبد اللّٰہ بن مسعود رض (مدارک برحاشیہ خازن صفحہ ۳۷ ج ۳)

خاتم النبیین عاصم کی قراءت میں بفتح التاء بمعنی مہر جس سے مراد آخر ہے یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنائے گئے تھے اسلیے اُن کے نزول سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور علاوہ عاصم کے سب قراء کے نزدیک بکسر التاء بمعنی مہر کرنیوالا یا ختم کرنیوالا اور اسی معنی کی تائید کرتی ہے عبد اللہ ابن مسعود رض کی قراءت۔

اور علامہ زرقانی رح نے شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۲۶۶ ج ۵ میں آیت مذکورہ کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔

ومنہا (یعنی من خصائصہ علیہ السلام) انہ خاتم الانبیاء والمرسلین کما قال تعالیٰ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین ای اٰخرھم الذی ختمھم او ختموا بہ علی قراءۃ عاصم بالفتح وروی احمد والترمذی والحاکم باسناد صحیح عن انس مرفوعاً ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قیل من لا نبی بعدہ یکون اشفق علی امتہ وھو کالوالد لیس لہ غیرہ ولا یقدح نزول عیسیٰ علیہ السلام بعدہ لانہ یکون علی دینہ مع ان المراد انہ اٰخر من نبئ (زرقانی شرح مواہب صفحہ ۲۶۶ ج ۵)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ سب انبیاء اور رسل کے ختم کرنیوالے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین یعنی آخر النبیین جنہوں نے انبیاء کو ختم کیا یا وہ جس پر انبیاء ختم کئے گئے۔ اور یہ معنی عاصم کی قراءت یعنی بالفتح پڑھنے کے وقت ہیں اور امام احمد اور ترمذی اور حاکم نے باسناد صحیح حضرت انس رض سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔ نہ میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ نبی کہا جاتا ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو وہ اپنی اُمت کیلئے زیادہ شفیق ہوگا اور مثل اُس باپ کے ہے کہ جس کی اولاد کیلئے اُسکی بعد تربیت اور نگرانی کرنیوالا نہو۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے ختم نبوت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسلیے کہ عیسیٰ علیہ السلام اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے علاوہ بریں ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی بن چکے ہیں۔

اور ابو حیان رح اپنی عظیم الشان تفسیر بحر محیط صفحہ ۲۳۶ ج ۷ میں اسی مضمون کی حرف بحرف تائید فرماتے ہیں۔ [نمبر ۱۲]

اسی طرح علامہ ابو مسعود رح اپنی تفسیر میں بعینہٖ یہی مضمون بیان فرماتے ہیں۔ دیکھو تفسیر ابو مسعود برحاشیہ تفسیر کبیر صفحہ ۹۸ ج ۶ [نمبر ۱۳]

اور علامہ احمد صاحب معروف بملا جیون دہلوی استاذ عالمگیر اپنی تفسیر احمدی میں یہی فرماتے ہیں۔ [نمبر ۱۴]

اور قاضی عیاض رح نے شفا میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جسقدر وضاحت اور صفائی کیساتھ ہمارے [نمبر ۱۵]

دعوے کو ثابت فرمایا ہے وہ بھی خصوصیت کیساتھ قابل ملاحظہ ہے وھو ھذا۔

ومن ادعى النبوة لنفسه او جوز اكتسابها والبلوغ بصفاء القلب الى مرتبتها كالفلاسفة وغلاة المتصوفة وكذلك من ادعى منهم انه يوحى اليه وان لم يدع النبوة او انه يصعد الى السماء ويدخل الجنة وياكل من ثمارها ويعانق الحور العين فهؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله عليه وسلم لانه اخبر انه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين ولا نبي بعده واخبر عن الله تعالى انه خاتم النبيين وانه ارسل الى كافة الناس واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا اجماعا وسمعا

(شفاء مطبوعہ دہلی ص ۳۶۲)

اور جو شخص اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ کو نبوت کے مرتبہ تک پہنچنے اور اُس کے حاصل کرنے کو جائز سمجھے جیسے فلاسفہ اور صدود شریعت سے تجاوز کرنیوالے بدعتی تصوف کے اور ایسے ہی وہ شخص جو یہ دعویٰ کرے کہ اُس پر وحی آتی ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا جو یہ کہے کہ وہ آسمان پر چڑھتا اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے معانقہ کرتا ہے پس یہ سب کے سب کافر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنیوالے ہیں اس لئے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور خدا کی طرف سے قرآن میں یہ خبر دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ آپ تمام عالم کے انسانوں کیطرف رسول ہیں۔ اور اُمت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر حمل کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا مفہوم ہی مراد ہے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے۔ پس ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں بلکہ قطعی طور سے اجماعاً اور نقلاً ثابت ہے۔

اس ترجمہ میں خط کشیدہ الفاظ پر مکرر غور کیجئے کہ اس دجل و فریب کو کس طرح مٹایا گیا ہے اور اعلان کر دیا گیا ہے کہ لفظوں سے جو معنی ظاہر ہیں یعنی تمام انبیاء کے ختم کرنیوالے اور آخر یہی معنی مراد ہیں اور ان میں سے نہ ظلی اور بروزی مستثنیٰ ہیں اور نہ کوئی غیر تشریعی۔

اور تفسیر مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید جلد دوم میں بھی آیت مذکورہ کی تفسیر تقریباً اسی مضمون سے کی ہے۔

اور ابو البقاء نے اپنی کلیات میں آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

وتسمية نبينا خاتم الانبياء لان الخاتم آخر القوم قال الله تعالى ولكن رسول الله وخاتم النبيين ثم قال ونفي الاعم يستلزم نفي الاخص (كليات ابى البقاء ص ۳۱۹)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا اسلئے ہے کہ خاتم کے معنی آخر القوم کے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اور نفی عام کی مستلزم نفی خاص کیلئے یعنی آپکے بعد نبوت کی نفی رسالت کی نفی کو بھی مستلزم ہے۔

اور شرح تعریف میں ابوابراہیم بخاری نے بھی آیت مذکورہ کی یہی تفسیر کرکے تصریح فرمایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو شرح تعرف ص۱۴۵ و ص۱۵۱ ج۱)

چند اوہام اور ان کا ازالہ

آیت خاتم النبیین کی مذکورہ بالا مفصل و مبرہن تفسیر کے بعد اگرچہ کسی مسلمان بلکہ کسی سلیم الطبع منصف انسان کو کسی وہم و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن دنیا میں ہمیشہ وہ لوگ بھی ہوتے رہے ہیں جنکو اپنے اوہام کے مقابلہ میں کوئی روشن سے روشن دلیل کارگر نہیں۔ بغض و عناد کی دیوار اُن کی آنکھوں اور کانوں کے سامنے حجاب بنجاتی ہے اسی قسم کے لوگوں کے بارہ میں قرآن خبر دیتا ہے۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم	یعنی وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی نبوت کو یقین جانتے ہیں

جس طرح اپنی اولاد کو جانتے ہیں (لیکن پھر ہٹ دھرمی سے انکار کرتے ہیں۔)

اور اس سے زیادہ قابل تعجب یہ کہ اپنی شپرہ چشمی کو آفتاب کا عیب قرار دیں اور اپنی کج فہمی کو دلیل کا قصور بتائیں۔

مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین بھی ان حضرات کی دست درازیوں سے نہ بچا۔ ہر صورت سے آیت کی تحریف پر زور مارتے اور قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین اور قواعد لغت کے خلاف احتمالات ایجاد کئے۔

اگرچہ ان ادلہ قطعیہ کے خلاف مذہب اختیار کرنیوالے کا مختصر اور اسلم جواب تو یہی ہے کہ ؎

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ وطڑی خوب نہیں ۔۔۔ چپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں۔

لیکن چونکہ باطل فرقہ کی چرب لسانی اور مکر و فریب کی ملمع سازی نے اُن شبہات کو عوام کے سامنے ایک خوبصورت رنگ میں پیش کیا ہے جس سے ناواقف لوگوں کے اشتباہ میں پڑجانیکا اندیشہ ہے اسلئے مناسب ہے کہ اسکے ساتھ ہی اُن شبہات کی بھی قلعی کھولدی جائے۔ واللّٰہ المستعان علی ما یصفون

پہلا شبہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں کیسے آسکتے ہیں۔ حالانکہ اُنکا آخر زمانہ میں آنا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ اور قرآن و حدیث کا صریح مدلول ہے۔ غرض یا ختم نبوت سے انکار کیجئے اور یا نزول مسیح سے ہاتھ اُٹھائیے

جواب شبہ لیکن اگر تھوڑے سے غور اور انصاف سے کام لیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین معلوم کرلیں گے کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۔۔۔ جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

جس چیز کو عقیدہ ختم نبوت پر ایک لاینحل اشکال سمجھا جاتا ہے وہ درحقیقت ایک نہایت لچر اور ناقابل التفات اعتراض ہے جس کیلئے میں وجوہ ذیل پیش کرتا ہوں۔

(۱) اول خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی ازروی لغت و محاوراتِ عرب یہ ہوتے ہیں کہ آپ وصف نبوت کیساتھ (اس عالم میں) سب سے آخر میں متصف ہوئے جسکا حاصل صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ دی جاویگی۔ اور اس وصف نبوت کیساتھ آیندہ کوئی شخص متصف نہ ہو سکیگا۔ نہ یہ کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء وفات پا گئے ہوں۔ کلام عرب کی صدہا نظائر اسکی شہادت کیلئے موجود ہیں۔

مثلاً کہا جاتا ہے "آخر الاولاد" یا "خاتم الاولاد" تو باتفاق اہلِ عربیت اور باجماع عقلائے دنیا اسکے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا۔ اسکے بعد کسی بچہ کی ولادت نہیں ہوئی۔ نہ یہ کہ اس سے پہلی تمام اولاد اور سب بچوں کا صفایا ہو چکا اور سب مر چکے چنانچہ خود مرزا صاحب تریاق القلوب میں اسکو تسلیم کرتے ہیں (دیکھو تریاق)

اسی طرح بولا جاتا ہے خاتم المہاجرین تو کسی عقلمند انسان کے نزدیک اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ پہلے تمام مہاجرین مر چکے بلکہ ہر تمیز دار بچہ بھی اسکے یہی معنی سمجھتا ہے کہ اس شخص نے سب سے آخر میں ہجرت کی اور وصف ہجرت اسکے ساتھ سب سے آخر میں لگا۔ اب کسی پہلے مہاجر کا دنیا میں باقی رہنا یا آنا اسکے کیا مخالف ہو سکتا ہے۔

اسی طرح آخر الجالسین۔ آخر الراحلین۔ آخر الراکبین۔ آخر الذاہبین۔ آخر القادمین۔ آخر الفاتحین آخر المصاحبین وغیرہ کلمات میں کسی کو یہ وہم بھی نہیں گذرتا کہ جو لوگ وصفِ مضاف الیہ کے ساتھ پہلے متصف ہو چکے ہیں وہ اس آخر اور خاتم کے آنے سے لقمہ موت ہو گئے۔ بلکہ ان سب کلمات اور اُن کی امثال میں ہمیشہ آیندہ کیلئے وصف مضاف الیہ کا انقطاع مراد ہوتا ہے اور بس۔ اور اسی لئے اگر کسی شخص کو آخر الجالسین یا خاتم الجالسین کہا جاتا ہے تو اُسکے یہی معنی ہوتے ہیں کہ یہ شخص سب سے آخر میں بیٹھا نہ یہ کہ پہلے بیٹھنے والے سب مر گئے۔ اور آخر الراحلین کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس شخص نے آخر میں سفر کیا نہ یہ کہ پہلے سفر کرنیوالے سب مر گئے اور اب اُن کا دنیا میں باقی رہنا یا اپنے وطن میں آنا محال ہے پھر معلوم نہیں کہ خاتم النبیین اور آخر النبیین سے یہ کیسے سمجھا گیا کہ تمام انبیاء سابقین پر موت طاری ہو چکی۔ اور عیسٰی علیہ السلام کا اب دنیا میں آنا آپ کے خاتم النبیین ہونیکے خلاف ہے۔

اس لفظ کے تمام نظائر مذکورہ کی طرح اسکے بھی یہی معنی کیوں نہیں لئے جاتے کہ آپ سب انبیاء کے بعد متصف بالنبوۃ ہوئے اور آپ کے بعد کسی شخص کو یہ عہدہ نبوت نہیں دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو آپ کے بعد عہدہ نبوت نہیں ملا بلکہ آپ سے پہلے مل چکا ہے اور وہ اُسوقت سے آخر عمر تک برابر اس وصف کے ساتھ متصف ہیں۔

پھر نہیں معلوم کہ آپکے خاتم النبیین اور آخر النبیین ہونے اور نزولِ مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں کیا تعارض ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ حضرت سہل ابن سعد الساعدی روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت کیلئے درخواست کی آپ نے فرمایا۔

یا عم اقم مکانک انت یہ فان اللہ قد ختم اے میرے چچا اپنی جگہ ٹھیرے رہو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت

بك الهجرة كما ختم بي النبيون (رواه الطبراني وابو نعيم وابو يعلى وابن عساكر وابن النجار) ختم کردی ہے جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا۔

دیکھیے خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو ختم ہجرت کی تمثیل میں پیش فرما کر بحث کا خاتمہ فرما دیا۔

میں کسی ادنی سمجھ بوجھ والے آدمی پر بھی یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت عباس کے خاتم المہاجرین ہونے کو اُن سے پہلے مہاجرین کے دنیا میں باقی رہنے کا مخالف و معارض سمجھے یا حضرت عباس پر ختم ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کہ اُن سے پہلے مہاجرین سب مر چکے۔

پھر ختم نبوت اور خاتم النبیین ہی میں نہ معلوم کس راز کی بنا پر یہ معنی لیے جاتے اور خواہ مخواہ اُسکو حیات عیسی علیہ السلام کا مخالف بنایا جاتا ہے۔ کیا اسکی وجہ یہی اور صرف یہی نہیں کہ خاتم النبیین کے صحیح معنی سے مرزا صاحب کی مخترعہ نبوت میں ٹھیس لگتی اور ختم ہجرت کے کچھ معنی ہوں اُن کو اُس سے کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ کریمہ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح کی تفسیر میں فرمایا۔

کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ص۸۹ ج۸ عن ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابی نعیم والدیلمی وابن عساکر)

میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب کے آخر ہوں۔

اس حدیث نے بھی خاتم النبیین کے معنی کو بالکل صاف کر دیا کہ مراد یہ ہو کہ آپ کی بعثت دنیا میں سب سے آخر میں ہوئی نہ یہ کہ آپ سے پہلے سارے انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے۔ والہذا آپ کا خاتم النبیین ہونا کسی وجہ سے نزول مسیح علیہ السلام کا معارض نہیں ہو سکتا۔

(۴) ابھی عنقریب بروایت ابوہریرہ رض گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک محل بالکل طیار ہو صرف ایک اینٹ کی کمی باقی ہو اور پھر وہ اینٹ لگا دی جائے۔ تو نبوت کا محل پہلے تیار ہو چکا تھا اُس میں ایک اینٹ کی کمی باقی تھی جسکو پورا کرنے کیلئے میں بھیجا گیا (رواہ البخاری ومسلم وغیرہ من اصحاب السنن)

اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کا صرف یہی مطلب ہے کہ آپکی بعثت سب انبیاء کے بعد ہوئی نہ یہ کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء کی وفات ہو چکی جیسا کہ خاتمہ کی اینٹ کیلئے دوسری اینٹوں کا معدوم ہو جانا ضروری بلکہ متصور نہیں اسی طرح خاتم النبیین کیلئے پہلے سب انبیاء کی موت ضروری نہیں۔

(۵) اور ترمذی نے بروایت حضرت انس رض نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (رواہ الترمذی وقال حدیث صحیح)

بیشک رسالت اور نبوۃ منقطع ہو چکی۔ بس نہ میرے بعد کوئی رسول اور نہ کوئی نبی

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ختم نبوت سے یہی مراد ہے کہ آیندہ وصف نبوت کا پیدا ہونا منقطع ہوگیا پہلے انبیاء کے باقی رہنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا کسی طرح مخالف نہیں ہو سکتا۔

(۶) ام کرزؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ذہبت النبوۃ و بقیت المبشرات (رواہ ابن ماجہ) نبوت چلی گئی اور اچھے خواب باقی رہ گئے

اس سے بھی ختم نبوت کے وہی معنی معلوم ہوئے کہ آیندہ کو وصف نبوت کا انقطاع ہوگیا مگر یہ کسی طرح پہلے نبی کے باقی رہنے یا آنے کا مخالف نہیں۔

(۷) حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں انہوں نے فرمایا

آخر ولدك من الانبیاء (رواہ ابن عساکر) انبیاء میں سے آپ کے آخر الاولاد ہیں۔

اس حدیث نے بالکل صاف کر دیا کہ خاتم النبیین کی مراد یہی ہے کہ آپ انبیاء میں سے آخر الاولاد ہیں اور کسی انسان کے نزدیک آخر الاولاد کا مفہوم پہلے اولاد کے مرجانے کو مقتضی نہیں اور نہ ان میں سے کسی کے باقی رہنے کا معارض و لہذا آپ کا آخر الانبیاء و خاتم الانبیاء ہونا نزول عیسیٰ علیہ السلام کے کسی طرح مخالف نہیں ہو سکتا۔

(۸) حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم المساجد (رواہ مسلم)	میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد۔

مراد یہ ہے کہ میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم اور آخر ہے جیسا کہ دیلمی اور ابن نجار اور بزار کی روایتوں میں اسکی تصریح ہے۔

یہ حدیث مسئلہ زیر بحث میں درحقیقت ایک ناطق فیصلہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی دیوانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے وجود کو پہلے انبیاء کی مساجد کے وجود کا معارض و مخالف سمجھیگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو بھی پہلے انبیاء کے باقی رہنے کا معارض بنائے گا۔

ورنہ کوئی صاحب فہم آدمی تو حدیث کی یہ مراد نہیں لے سکتا۔ اور کیونکر لے سکتا ہے جبکہ انبیاء سابقین کی متعدد مسجدیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھیں اور آجتک موجود ہیں پھر خاتم المساجد کے اگر یہ معنی ہوں کہ پہلے انبیاء کی سب مسجدیں فنا ہوچکیں تو بتلاؤ کہ آپ کا یہ فرمان کیسے درست ہوگا۔ اور جب خاتم المساجد مساجد سابقہ کے بقاء کی مخالف نہیں تو خاتم الانبیاء کسی پہلے نبی کے باقی رہنے یا نزول کے کیوں معارض ہوں گے۔ بلکہ جس طرح خاتم المساجد کے معنی اسکے سوا نہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی جدید کی مسجد طیار نہ ہوگی اسی طرح خاتم الانبیاء کے معنی بھی اسکے سوا نہیں کہ آپ کے بعد عالم میں کسی شخص کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔

(۹) آیت مذکورہ کی تفسیر کے ذیل میں ائمہ تفسیر کے اقوال ابھی گذر چکے ہیں جن میں خود نزول مسیح کا سوال اٹھایا گیا اور پھر وہی جواب دیا گیا ہے جو ہم نے بوجوہ مذکورۃ الصدر پیش کیا ہے جن میں سے بالخصوص حضرات ذیل کی تفسیریں مکرر ملاحظہ فرمائیں

سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی۔ زمخشری صاحب کشاف۔ علامہ نسفی صاحب مدارک۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ خاتم النبیین میں خاتم کے معنی مہر ہے اور خاتم النبیین کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد آپکی مہر و تصدیق سے انبیاء بنیں گے۔

جواب شبہ آہ۔ نہوا فاروق اعظم رض کا زمانہ۔ نہوئی کوئی اسلامی حکومت کہ کوئی ان سے پوچھتا کہ یہ قرآن کی مہمل تحریف کس قاعدہ پر مبنی ہے۔ کون سی لغت کے مطابق ہے یا کونسی حدیث سے نکلتی ہے یا کس صحابی کا قول ہے۔

آزادی کا زمانہ ہے۔ ہر بد دین کے ہاتھ میں قلم اور سامنے لاوارث قرآن ہے جس کا جس طرح جی چاہتا ہے اُس کے مطابق حکومت کرتا ہے اگر خود خداوند عالم نے اُسکی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ یہ بے خوف بہادر اسکی لفظی و معنوی تحریف میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے۔

کیا قہر نہیں ہے کہ ایک شخص قرآن کی آیت کے معنی قواعد لغت کے خلاف اور خود تصریحات قرآن کے خلاف اور پھر ڈیڑھ سو سے زائد احادیث نبویہ کے خلاف اور سیکڑوں صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کے خلاف صاف صاف علی الاعلان بیان کرتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں۔

مسلمان ہیں کہ ہنس ہنس کر سنتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ قرآن کی یہ تفسیر ہو یا دوسری ہمارا کیا جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ہمیشہ یہ صورت رہنے والی نہیں بلکہ عما قلیل لیصبحن نادمین (عنقریب وہ نادم و شرمندہ ہوں گے)

مسلمانو! اگر تم نے خدائے قدوس کے کلام متین کی تحریف کو ٹھنڈے دل سے سنا اور قرآن کو لاوارث سمجھکر چھوڑ دیا تو یاد رہے کہ خدائے علیم و خبیر اُسکو اس طرح نہ چھوڑیگا۔ اُس نے اس کلام پاک کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ جو شخص اُسکی حفاظت پر دست درازی کرے اُسکو عذاب خداوندی سے بچنے کیلئے کوئی قلعہ بنا لینا چاہیئے۔ لیکن۔ لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم۔

اگر کوئی دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان رکھتا ہے تو قرآن عزیز کی نصوص اور احادیث نبویہ کی تصریحات اور صحابہ و تابعین کے صاف صاف آثار اور سلف صالحین اور ائمہ تفسیر کے کھلے کھلے بیانات اور لغت عرب اور قواعد عربیت کا واضح فیصلہ سب کے سب اس تحریف کی تردید کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ آیت خاتم النبیین کے یہ معنی بوجوہ ذیل باطل ہیں۔

(۱) اول اسلیئے کہ یہ معنی محاورات عرب کے بالکل خلاف ہیں ورنہ لازم آئیگا کہ خاتم القوم اور آخر القوم کے بھی یہی معنی ہوں کہ اسکی مہر سے قوم بنتی ہے اور خاتم المہاجرین کے یہ معنی ہوں کہ اسکی مہر سے مہاجرین بنتے ہیں۔ اسی طرح خاتم الاولاد کا بھی یہ مفہوم ہو کہ اسکی مہر سے اولاد بنتی ہیں

لیکن ظاہر ہے کہ کوئی سمجھدار انسان بلکہ ادنی تمیز والا بچہ بھی ان کلمات کے یہ معنی نہیں کر سکتا۔ پھر نہ معلوم کہ

خاتم النبیین کے یہ معنی کیسے اور کہاں سے ہوگئے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے خاتم الاولاد کے جو معنی تریاق القلوب میں لکھے ہیں وہ خود اُسکے خلاف ہیں۔

(۲) قرآن مجید کی تقریباً سو آیتیں اس تفسیر کو غلط قرار دیتی ہیں۔ جن کو انشاء اللہ عنقریب بیان کیا جائیگا علاوہ بریں خود اس آیت کی دوسری قرات جو حضرت ابن مسعود رضؓ سے نقل کیگئی ہو مرزا صاحب کی اس تحریف کی تکذیب کیلئے کافی ہو۔ کیونکہ اُن کی قرات میں بجائے لفظ خاتم النبیین کے ختم النبیین بصیغہ ماضی واقع ہے۔ جس میں مرزا صاحب کی تحریف کا نام ونشان نہیں رہتا۔

(۳) یہ تحریف اُن احادیث متواترہ کے بھی خلاف ہو جو اعلیٰ درجہ کی وضاحت وصراحت کیساتھ اعلان کررہی ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

(۴) یہ تفسیر اُسکے بھی خلاف ہو جو صحابۂ کرام رضؓ سے منقول ہوچکی ہو۔

(۵) ائمۂ تابعین اور پھر تمام ائمۂ مفسرین سے جو اس آیت کی تفسیر عنقریب نقل کیگئی ہو یہ تحریف اُن سب کے بھی خلاف ہے۔

جس تفسیر کا یہ حال ہو کہ قواعد لغت اور نصوص قرآن وحدیث اور تصریحات صحابہؓ وتابعین سبھی کے خلاف ہو تو اگر وہ بھی قرآن کی تحریف اور افترا علی اللہ نہیں ہو تو پھر کوئی بُری سی بُری تحریف بھی تحریف کہلانیکے قابل نہ ہوگی۔ بلکہ ہر پاگل کی بکواس کو تفسیر قرآن ماننا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔

شبہ النبیین کا الف لام عہد خارجی یا ذہنی کیلئے ہو اور معہود ومراد انبیا تشریعی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء تشریعی کے خاتم اور آخر ہیں نہ مطلق انبیاء کے۔

لیکن میں کہونگا کہ ؎ آرزؤں سی بنا کرتی ہیں تدبیریں کہیں۔ اگر عہد خارجی ہو تو معہود کلام سابق میں مذکور ہونا چاہئیے۔ اور کلام سابق میں تو کہیں خاص انبیاء تشریعی کا ذکر نہیں اگر ہے تو کہاں ہو اور کون سی قرآن میں؟ بلکہ اگر ذکر ہو تو مطلق انبیاء کا ذکر ہے۔ پڑھو آیت الذین یبلغون رسالات اللہ الخ یہ یعنی وہ انبیاء جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پیغام خداوندی کا پہنچانا نفس نبوت کیلئے ضروری ہو اور ہر نبی خدا کا پیغمبر ہے نہ کہ فقط انبیاء تشریعی۔

الحاصل عہد خارجی کی تو کوئی صورت نہیں اسی طرح عہد ذہنی کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ در حقیقت بحکم نکرہ ہوتا ہے (دیکھو مطول ومختصر وغیرہ)

اور اسی لئے عہد ذہنی کیطرف اُسوقت جاتے ہیں جبکہ استغراق مراد نہ ہوسکے جیسے اکلہ الذئب (اُسکو بھیڑیے نے کھالیا) تو ظاہر ہے کہ تمام دنیا بھر کے بھیڑیوں نے اُسکو نہیں کھایا۔ اسلئے استغراق مراد نہیں ہوسکتا۔

اور کوئی خاص بھیڑ یا بھی کلام میں ذکر نہیں کیا گیا اسلیے بالآخر عہد ذہنی مراد ٹھیرا۔ بخلاف آیت خاتم النبیین کے کہ اُس میں بلا تکلف استغراق درست ہی جیسا کہ آپ اس تحریر میں بار بار معلوم کر چکے۔ واللہ اعلم۔

شبہ خاتم النبیین میں خاتم معنی نگینہ انگشتری لیکر زینت مراد لیا جائے اور کلام کے معنی یہ ہوں کہ آپ سب انبیار کی زینت ہیں اور اس صورت میں آیت کو ختم نبوت سے کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا

جواب لیکن جب ہم اسکو اصول تفسیر پر پرکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض قرآن پر افترا ہے اسکی ہرگز مراد نہیں

(۱) اول اسوجہ سے کہ خاتم کو بمعنی زینت لینا مجازی معنی ہیں اور جبکہ اس جگہ حقیقی معنی بلا تکلف درست ہیں تو مجازی کیطرف جانے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۲) آیت مذکورہ کی جو تفسیر ہم نے قرآن مجید کی آیات اور خود اسی آیت کی دوسری قرات سے بیان کی ہے یہ اسکے خلاف ہے۔ جیسا کہ مفصل گذر چکا ہے

(۳) احادیث متواترہ نے جو تفسیر اس آیت کی صاف صاف بیان کی ہے یہ اسکے خلاف ہے۔

(۴) یہ تفسیر اجماع اور آثار سلف کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ہم نے اوپر مفصل عرض کیا ہے۔

(۵) ائمہ تفسیر کی شہادتیں بھی اسکے خلاف ہیں

پھر کیا کوئی مسلمان قرآن عزیز کے ایسے معنی تسلیم کر سکتا ہے۔ جو قواعد عربیت کے بھی خلاف ہوں اور خود تصریحات قرآن مجید کے بھی۔ احادیث متواترہ اور آثار سلف بھی اُسکو رد کرتے ہوں اور ائمہ تفسیر بھی۔

اور اگر اسی طرح ہر کس و ناکس کے خیالات اور ہر حقیقی یا مجازی معنی قرآن عزیز کی تفسیر بن سکتے ہیں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ تمام قرآن مجید جہاں کہیں اقیموا الصلوٰۃ وغیرہ کے الفاظ سے نماز کی فرضیت کی تاکید کیگئی ہے سب جگہ محض درود بھیجنا اور دعا کرنا مراد ہے۔ جو لفظ صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں۔

اسی طرح آیہ کریمہ من شہد منکم الشہر فلیصمہ وغیرہ جنمیں روزہ کی فرضیت ثابت ہے اسکا لغوی ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو تم رک جاؤ۔ یعنی بُرے کاموں سے رُک جاؤ۔ کیونکہ لغت عرب میں صوم کے حقیقی معنی صرف رک جانا ہیں۔ اسی طرح حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے الفاظ میں ان سب کے معنی اگر احادیث اور آثار سلف وغیرہ سے آنکھیں بند کر کے صرف از روئے لغت کئے جائیں تو سارے فرائض سے چھٹی ہو جائیگی۔ بلکہ عجب نہیں کہ خود دین اسلام سے بھی آزادی مل جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

لیکن آیات مذکورہ میں صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کے الفاظ سے اُن کے اصلی معنی لغوی کو اسلیے چھوڑا جاتا ہے کہ قرآن عزیز کی دوسری آیات اور احادیث متواترہ اور آثار سلف سے جو تفسیر اُن کی ثابت ہے یہ اسکے خلاف ہے۔ اور اگر آج کوئی ان آیات کے وہ لغوی معنی بتلا کر لوگوں کو ان فرائض کی پابندیوں سے آزاد کرانا چاہے تو بحمد اللہ مسلمانوں کا ہر جاہل

وعالم یہی جواب دے گا۔

اسیرت نخواہد رہائی زبند ✤ شکارت نخواہد خلاص از کمند

غرض کوئی جاہل سے جاہل بھی اس قسم کی تحریفات کے ماننے پر تیار نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک اسی طرح اگرچہ خاتم بمعنی زینت مجازاً مراد لینا محتمل ہے۔ لیکن چونکہ یہ احتمال نصوصِ قرآن وحدیث اور تفاسیر سلف کے خلاف ہے اسلیے اسی طرح مردود اور ناقابلِ قبول ہوگا جس طرح صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ وغیرہ ارکانِ دین کے مشہور لغوی معنی لینا باتفاق مردود ہیں۔

شبہ خاتم النبیین میں الف لام[1] استغراق حقیقی کیلئے نہیں بلکہ عرفی کیلئے ہے اور مراد یہ ہے کہ آپ انبیاء تشریعی کے خاتم ہیں نہ مطلقاً انبیاء کے جیسا کہ آیۂ کریمہ ویقتلون النبیین میں باتفاق بطور استغراق عرفی نبیین سے صرف وہ بعض انبیاء مراد ہیں جو بنی اسرائیل کے زمانہ میں موجود تھے۔ اور قتل کئے گئے۔

جواب شبہ ہماری گذشتہ عرضداشت کو تھوڑے سے غور کیساتھ پڑھنے والا بلا تکلف سمجھ سکتا ہے کہ یہ بھی انہیں تحریفات میں سے ہے جنکی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

(۱) اول اسوجہ سے کہ باتفاقِ علماء عربیت واصول استغراق عرفی اُسوقت مراد ہوتا ہے جبکہ استغراق حقیقی درست نہ ہو۔ جیسا کہ ہم النبیین کی لغوی تحقیق کے ذیل میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔ اور مسئلہ زیر بحث میں بلا تکلف استغراق حقیقی بن سکتا ہے۔ یعنی ختم کرنیوالے تمام انبیاء کے۔

(۲) دوم اسوجہ سے کہ استغراق عرفی اُسوقت مراد ہو سکتا ہے جبکہ عرف وعادۃ اسکی تخصیص کا قرینہ ہوں اور عرفاً اسکے تمام افراد مراد نہو سکتے ہوں جیسے جمع الامیر الصاغۃ میں۔ کیونکہ عرفاً وعادۃً تمام دنیا کے سناروں کا جمع کرنا دشوار ہے۔ نیز عرف میں جب کبھی اس قسم کے کلمات بولے جاتے ہیں تو اپنے شہر یا زائد سے زائد اپنی سلطنت کے سنار مراد ہوتے ہیں۔ نہ ساری دنیا کے بخلاف آیتِ مذکورہ وخاتم النبیین کے کہ اسمیں نبیین کی تخصیص کا عرفاً وعادۃً کوئی قرینہ نہیں۔ خاتم النبیین کے بلا تکلف استغراق حقیقی کے ساتھ یہ معنی صحیح ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے ختم کرنیوالے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ استغراق حقیقی چھوڑکر بلا دلیل وقرینہ اور بلا وجہ استغراق عرفی کیطرف جائیں اور مطلق نبیین صرف انبیاء تشریعی[2] کے ساتھ مقید کردیں۔

---

[1] الف لام استغراق حقیقی اصطلاح میں اسکو کہا جاتا ہے کہ وہ جس لفظ پر داخل ہو اُسکے تمام افراد بے کم وکاست مراد ہوں مثلاً عالم الغیب میں لفظ غیب جسپر الف لام داخل ہے اُس سے اُسکے تمام افراد مراد ہیں یعنی عالم تمام غائبات کا۔ اور استغراق عرفی میں تمام افراد مراد نہیں ہوتے جیسے جمع الامیر الصاغۃ یعنی بادشاہ نے سناروں کو جمع کیا پس صاغۃ جسپر الف لام داخل ہے اُسکے تمام افراد مراد نہیں بلکہ صرف اپنے شہر یا قلمرو کے سناروں کو جمع کیا۔ اسکی تفصیل پہلے گذر چکی ہے ۱۲ منہ

[2] اس جگہ یہ بات بھی قابل یادداشت ہے کہ یہ تحریف اگر خدانخواستہ چل بھی جائے اور آیت کی مراد بفرض محال یہی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف انبیاء تشریعی کے ختم کرنیوالے ہیں تب بھی مرزا صاحب اس آیت کی مخالفت سے باہر نہیں ہو سکتے کیونکہ اُنہوں نے اپنی بہت سی تصانیف میں نبوت تشریعی اور صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یقین کیلئے دیکھو اربعین صہ۲ جس میں کھلے لفظوں میں صاحب شریعت ہونیکا دعوےٰ کیا ہے۔ نیز حقیقۃ الوحی صہ۲۷ کی عبارت اور تریاق القلوب صہ۱۳۰ کی عبارت کا مجموعہ اُنکی تشریعی نبوت کا صاف شاہد ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

باقی رہا آیہ کریمہ ویقتلون النبیین کو اپنے دعوے کی شہادت میں پیش کرنا۔ اگر اس جگہ لام کو استغراق عرفی کیلئے تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ہم عرض کر چکے ہیں کہ جب استغراق حقیقی نہیں بن سکتا تو پھر استغراق عرفی کیطرف جاتے ہیں اور اس آیت میں بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ یقتلون النبیین کا الف لام استغراق حقیقی کیلئے کسی طرح نہیں ہو سکتا ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ بنی اسرائیل تمام افراد انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے۔ حالانکہ یہ بات کسی طرح درست نہیں ہو سکتی بلکہ بالکل کذب محض ہوگی۔ کیونکہ اول تو بنی اسرائیل کے زمانہ میں تمام انبیاء موجود نہ تھے۔ بہت سے ان سے پہلے گذر چکے تھے اور بعض ابھی پیدا ابھی نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کا تمام انبیاء کو قتل کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ دوم یہ بھی ثابت نہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے زمانہ کے تمام انبیاء موجودین کو بلا استثناء قتل ہی کر ڈالا ہو۔ بلکہ قرآن عزیز ناطق ہے ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون جس نے صاف طور سے اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل نے تمام انبیاء موجودین کو بھی قتل نہیں کیا۔ اس اعلان کے بعد بھی اگر ویقتلون النبیین کے الف لام کو استغراق حقیقی کیلئے رکھا جائے تو جسطرح واقعات اور مشاہدات اسکی تکذیب کرینگے اسی طرح خود قرآن کریم اسکو غلط ٹھہرائے گا۔

بالجملہ آیت کریمہ ویقتلون النبیین میں اگر استغراق حقیقی مراد لیا جائیگا تو آیت کا مضمون (معاذ اللہ) بالکل کذب صریح اور غلط فاحش ہو جائیگا۔ جسکو مشاہدہ جھٹلا چکا ہے۔ پس اس آیت میں جب آفتاب کیطرح یہ بات روشن ہو گئی کہ استغراق حقیقی مراد نہیں ہو سکتا۔ اُسوقت استغراق عرفی قرار دیا گیا۔

بخلاف آیت خاتم النبیین کے کہ اُسمیں تخصیص کرنیکی کوئی وجہ نہیں اُسکے معنی استغراق حقیقی لیکر بلا تامل درست ہیں یعنی تمام انبیاء علیہم السلام ختم کرنیوالے۔ اور اگر اسیطرح بیوجہ استغراق عرفی جہاں چاہیں مراد لے سکتے ہیں تو کیا ہمارے مہربان آیہ کریمہ۔

ولکن البر من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین۔ (سورہ بقرہ پ۲) لیکن نیک وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور قیامت کے دن اور ملائکہ اور تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر

میں بھی یہی فرمائیں گے کہ النبیین کا الف لام استغراق عرفی کیلئے ہے اور تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اور کیا آیت ذیل میں بھی اُن کے خیال میں استغراق عرفی ہی ہوگا۔

فبعث اللّٰہ النبیین مبشرین ومنذرین (بقرہ پ۲) پس اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔

اور کیا استغراق عرفی کیا تھا آیت کے یہ معنی صحیح ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بشیر و نذیر بنایا اور بعض کو نہیں۔

اسی طرح آیت ذیل میں:-

ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین ارباباً (آل عمران پ۳) اللہ تعالیٰ تمکو اسکا حکم نہیں کرتا کہ ملائکہ اور انبیاء کو اپنا رب بنا لو۔

کیا اسمیں بھی استغراق عرفی کیا تھا ہمارے مہربان آیت کا یہی مطلب بتلائیں گے کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کے

رب بنانیکا حکم نہیں کرتا اور بعض انبیا کے متعلق اسکا حکم فرماتا ہو اور کیا آیہ کریمہ من الذین انعم اللہ علیھم
من النبیین میں بھی انکے خیال میں استغراق عرفی کیساتھ بعض انبیا مراد ہیں اور آیہ کریمہ و وضع الکتاب وجیئ
بالنبیین والشھداء میں یہی کہا جائیگا کہ بعض نبیین مراد ہیں۔ اسی طرح آیہ کریمہ
واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ — اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام سے عہد لیا: تا ختم آیت
میں بھی کیا ہمارے مجتہد صاحب استغراق عرفی ہی قرار دیکر یہ معنی بتلائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نبیین سے عہد لیا
اور کیا اُن کے نزدیک ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض میں بھی استغراق عرفی ہو سکتا ہے۔

الحاصل اگر اسی طرح ہر جگہ جہاں چاہیں استغراق عرفی مراد لینا جائز ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ آیات مذکورۃ الصدر
میں جائز نہ ہو۔ علاوہ بریں آیات ذیل کی امثال میں بھی استغراق عرفی کو جائز کہنا پڑیگا۔ الحمد للہ رب العالمین اور غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین۔ ھدی للمتقین۔ واللہ محیط بالکفرین۔ اعدت للکفرین۔ انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ وموعظۃ
للمتقین۔ واللہ علیم بالظلمین۔ انہ لا یفلح الظالمون۔ وھو ارحم الراحمین۔ الی غیر ذلک من الآیات اللتی ہی غنیۃ عن التعداد
اور انکی دوسری نظائر جنسے قرآن مجید کی ہر ہر سطر بھری ہوئی ہے سب میں استغراق عرفی کو جائز کہنا پڑیگا۔ حالانکہ جس شخص
کو عربی عبارت پڑھنے کا سلیقہ ہو وہ کسی طرح ان جیسی آیات میں استغراق عرفی کو جائز نہیں کہہ سکتا۔ اور اگر آیات مذکورۃ الصدر
اور اُن کے امثال میں استغراق عرفی مراد نہیں لیا جا سکتا تو کوئی وجہ نہیں کہ خاتم النبیین میں استغراق عرفی مراد لیا جاوے
یا للعجب! سارا قرآن اول سے آخر تک خاتم النبیین کی نظائر سے بھرا ہوا ہے اُن میں سے کوئی نظیر پیش نہ کی گئی
اور کسی پر اسکو قیاس نکیا گیا قیاس کیلئے ملی تو آیت ویقتلون النبیین ملی جسمیں بداہت اور مشاہدہ نے آفتاب کی طرح استغراق
حقیقی کو غیر ممکن بنا دیا ہے اور پھر خود قرآن کریم نے اسکا اعلان صاف لفظوں میں کر دیا ہے۔

(۳) سوم سب سے زیادہ قابل غور یہ بات ہے کہ اگر ان سب امور سے قطع نظر کریں اور قواعد عربیت سے بھی آنکھیں
بند کرلیں اور آیت میں کسی طرح استغراق عرفی مراد لے لیں تو پھر آیت خاتم النبیین کے معنی ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم نہیں بلکہ بعض کے ہیں۔

لیکن جس شخص کو خداوند عالم نے سمجھ بوجھ سے کچھ حصہ دیا ہے وہ بلا تامل سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت میں
خاتم النبیین ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصی فضیلت نہیں رہتی بلکہ آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی اپنے سے پہلے
انبیا کا خاتم ہے۔ حضرت موسیٰ اپنے سے پہلے انبیاء کیلئے اور حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے وہلم جرا
(اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ)

حالانکہ آیت مذکورہ کا سیاق بتلا رہا ہے کہ خاتم النبیین ہونا آپکی مخصوص فضیلت ہے۔ علاوہ بریں خود آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو اپنی اُن فضائل میں شمار فرمایا ہے جو آپکی ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں

چنانچہ حدیث مسلم بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے گذر چکی ہے جسمیں آپنے اپنی چھ مخصوص فضیلتیں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (رواہ مسلم) اور منجملہ مخصوص فضائل کے یہ ہے کہ میں تمام مخلوقات کیطرف مبعوث ہوا ہوں اور مجھپر انبیا ختم کردئے گئے۔

حکیم مرزا محمود صاحب نے جواب لکچر قادیانی میں قولہ تعالی یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کو نقل کرکے ذیل میں لکھا ہے کہ امر سے مراد شریعت اسلام ہے شریعت اسلام کی تدبیر آنحضرت صلعم کی بعثت سے تیسری صدی کے درمیانی حصے تک رہی اسکے بعد جب ایک ہزار برس جو خدا کے نزدیک ایک دن شمار کیا جاتا ہے گذر گئے تو یہ شریعت اٹھا دی گئی یعنی دو سو ساٹھ سال ہجری تک جو ائمہ اثنا عشر کا عہد تھا شریعت اسلام کی تدبیر ہوتی رہی بعد اسکے ایک ہزار سال گذرنے پر یہ شریعت منسوخ ہوگئی اور بابی شریعت کا دور دورہ شروع ہوگیا۔

اقول جب خود غرضی کا حجاب دلپر پڑجاتا ہے تو پھر حق و باطل میں امتیاز نہیں رہتا ہے احبک الشیٔ یعمی ویصم مرزا صاحب نے آیت صدر سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے آیت کسیوجہ سے اسکی متحمل نہیں ہوسکتی۔

اولاً جو شخص کلام الٰہی کے مذاق سے واقف ہے وہ بخوبی اس امر کو سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مقدس میں امر چند معنوں میں مستعمل ہوا ہے کبھی بمعنی شی کما فی قولہ تعالی تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر اور کبھی بمعنی حکم کما فی قولہ تعالی وتنزل الا بامر ربک اور کبھی بمعنی شریعت کما فی قولہ تعالی واتیناھم بینات من الامر پس آیت کریمہ میں امر یا تو بمعنی شریعت ہوگا یا بمعنی شی و حکم ہوگا اگر بمعنی شریعت ہے جیسے مرزا صاحب کا خیال ہے تو آیت کریمہ کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی وقتاً فوقتاً آسمان سے زمین تک شریعت کا انتظام کرتا رہتا ہے پھر جب وہ دن آجائیگا جس کی مقدار دنیا کے ہزار برس کی ہوگی تو یہ شریعت اٹھ جائیگی اور اگر بمعنی شیٔ یا حکم ہے تو یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی وقتاً فوقتاً آسمان سے زمین تک ہر ایک شے کا انتظام یا ہر ایک دنیوی حکم کا نفاذ کرتا رہیگا پھر جب وہ دن آجائیگا جسکی مقدار ہزار سال کی ہوگی تو چونکہ اُس دن دنیا کے تمام کارخانے درہم برہم ہوجائیں گے اسلیئے یہ انتظام یا نفاذ اللہ کی جانب اُٹھ جائیگا یعنی موقوف کردیا جائیگا ایک ذی بصیرت شخص ان دونوں توجیہوں پر غور کرنیکے بعد یہ شہادت دیسکتا ہے کہ اول الذکر توجیہ آیت سے چسپاں نہیں ہوسکتی اسلیئے کہ ظاہر ہے کہ لفظ یدبر صیغہ مضارع ہے اور مضارع حدوث تجدد پر دلالت کرتا ہے پس اگر امر سے مراد شریعت ہوگی تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی وقتاً فوقتاً اس شریعت کی تدبیر و انتظام ہزار سال والے دن تک کرتا رہیگا مگر جب قولہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نے اس امر کی تصریح کردی کہ آنحضرت صلعم کے انتقال سے قبل اس دین کی اللہ تعالی نے تکمیل کردی تو پھر یہ خیال کرنا کہ اللہ تعالی وقتاً فوقتاً اس شریعت کا انتظام ہزار سال والے دن تک کرتا رہیگا بالکل بے معنی ہوگا پس طوعاً و کرھاً یہی تسلیم کرنا پڑیگا کہ امر سے مراد یہاں بمعنی شی یا حکم ہے

چنانچہ قولہ تعالیٰ تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر الی قولہ بغیر حساب وقولہ تعالیٰ فیہا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا وغیرہ بیسیوں آیتیں اسپر شاہد ہیں۔

ثانیاً اگر تسلیم ہی کیا جائے کہ امر یہاں بمعنی شریعت ہی ہے مگر آیت سے صرف اسقدر ثابت ہوگا کہ اس شریعت کی تدبیر ہزار سال والے دن تک ہوتی رہیگی اور مرزا صاحب کا یہ مدعا تھا کہ اس شریعت کی تدبیر دو سو ساٹھ سال تک ہوتی رہی و بینہما بون بعید نیز اس شریعت کی تدبیر تو آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں ہو چکی تھی چنانچہ قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم اسپر شاہد ہے پھر ائمہ کے زمانے میں اسکی کیسی تدبیر ہوئی کیا ان کے اوپر بھی وحی نازل ہوتی تھی کہ بذریعہ اس کے شریعت کی تدبیر کی گئی

ثالثاً یہ امر تنقیح طلب ہے کہ آیت کریمہ میں فی یوم کا تعلق کس سے ہے یدبر سے یا یعرج سے یا دونوں سے قرآن مقدس کی اور آیتوں پر غور کرتے ہوئے اس امر کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ لفظ یدبر سے ہوتا تو ضرور تھا کہ قولہ تعالیٰ یدبر الامر یفصل الآیات اور قولہ تعالیٰ یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر میں بھی لفظ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون سے مقید کیا جاتا پس لامحالہ یہی تسلیم کرنا پڑیگا کہ فی یوم کا تعلق صرف لفظ یعرج سے ہے چنانچہ قولہ تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ اس پر شاہد صادق ہے بنابر اسکے آیت سے صرف اسقدر ثابت ہوگا کہ یوم عروج ایک ہزار سال کا ہوگا باقی تدبیر امر کتنے زمانے تک باقی رہیگی اسکا تعین آیت سے ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا ہے البتہ یہاں یہ شبہہ پیدا ہوگا کہ آیت صدر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یوم عروج امر ایک ہزار سال کا ہوگا اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں سے اللہ تعالیٰ کو صرف اس دن کی طوالت بیان کرنا مقصود ہے اسکی مقدار کی تحدید مقصود نہیں ہے پس یہ دن کافروں کو پچاس ہزار سال کا اور معذب مومنوں کو ایک ہزار سال کا معلوم ہوگا۔ باقی غیر معذب مومنوں کو تو صحیح حدیث میں تصریح ہے کہ ایک فرض نماز کے وقت سے بھی کمتر معلوم ہوگا الحاصل حسب مصائب و آلام جیسی اسکی طوالت کو محسوس کرینگے کیا کوئی کہسکتا ہے کہ شب فرقت کی طوالت شب وصال پر بلحاظ مقدار ہوتی ہے بلکہ اول الذکر بلحاظ آلام و مصائب طویل خیال کی جاتی ہے۔

نیز یہاں یہ خلجان بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے عروج کی نسبت امر کی جانب کر دی ہے اور پچھلی آیت میں فرشتے اور روح کی جانب اسکا جواب یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ امر کا انتظام اللہ تعالیٰ بذریعہ فرشتوں کے کیا کرتا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر اسپر شاہد ہے بنا علیہ دونوں عروج میں تلازم ہوگا یعنی ایک کا عروج دوسرے کے عروج کو مستلزم ہوگا پس ایک کے ذکر سے دوسرا مفہوم ہوگا:

رابعاً یہ یقینی امر ہے کہ اس یوم سے مراد یوم قیامت ہے اسلئے کہ موخر الذکر آیت میں جو یوم واقع ہے وہ یہی یوم ہے

اور اُسکی توضیح اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے انہم یرونہ بعیدا ونراہ قریبا یوم تکون السماء کالمہل وتکون الجبال کالعہن ولا یسئل حمیم حمیما یبصرونہم یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ الآیہ ادریہ نہایت ہی واضح ہے کہ اوصاف مذکورہ قیامت ہی کے دن کیلئے ثابت ہیں پس اگر یوم عروج کو شریعت کا زمانہ تسلیم کیا جائیگا جیسے بابیوں کا خیال ہے تو ماننا پڑیگا کہ قیامت میں ہی شریعت کا نفاذ ہوگا وھو باطل باتفاق الملل والنحل کلہا۔

خامساً اگر آنحضرت صلعم کی شریعت کے بعد بھی کوئی شریعت تعلیم کیجائیگی تو لازم ہوگا کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین نہوں حالانکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیہ۔ اور ابوداؤد و ترمذی کی حدیث میں ہے وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

اگر کوئی شخص تعلیم الٰہی کو نظر انداز کر کے صرف فلسفیانہ لہجہ میں یہ کہنا چاہے کہ اسوقت کا طرز معاشرت بارہ سو پچاس ہجری سے قبل کے طرز معاشرت سے بالکل جداگانہ ہے۔ اسلئے اُسوقت کے احکام موجودہ وقت کے طرز معاشرت کیلئے موزوں نہیں ہوسکتے تو اُسکی خدمت میں ہماری یہ عرض ہے کہ جس طرح اس شریعت کے اور صدہا اعجاز ہیں اسی طرح اس کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ باوجودیکہ قیامت تک زمانہ و زمانیات میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں تاہم اس شریعت کے احکام ہر ایک زمانہ کی نسبت نہایت ہی موزوں سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان احکام کے نزول پر تقریباً آج تیرہ سو سے اوپر سال گزر چکے تاہم اُنکا اگر موازنہ موجودہ وقت کے حالات سے کیا جائے تو یوں ہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ احکام موجودہ وقت ہی کیلئے مرتب کیئے گئے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں توحید کی ضرورت نہیں ہے یا مسئلہ توحید کا جسکو آج مسلمان بھلا رہے ہیں قابل اصلاح ہے یا خداوند کریم کیساتھ نسبت عبودیت کی قایم رکھنے کیلئے پنج اوقات فرصت میں نماز پڑھنا غیر موزوں کہا جاسکتا ہے یا سو روپیہ میں سے جس سے سال بھر نفع اُٹھایا گیا ہو بذریعہ ڈھائی روپیہ کے کسی فلاکت رسیدہ یا خادم اسلام کے ساتھ احسان کرنا غیر موزوں ہوسکتا ہے یا نفس کو مہذب بنانے و بندگان خدا کی ناداری احساس کرنے کیلئے کامل ایک مہینہ کا روزہ رکھنا غیر موزوں ہوسکتا ہے یا عمر بھر میں بشرط استطاعت اسلام کی قدیم یادگار کی زیارت کرنا اور مسلمانوں کا ایک جگہ مجتمع ہو کے باہمی مبادلہ خیال کرنا غیر موزوں ہوسکتا ہے یا زناکاری کے قابل نفرت طریق کو روکنے کیلئے ایک عبرت بخش حد کا مقرر کرنا غیر موزوں ہے یا چوری کے باب کو مسدود کرنے کیلئے کسی زجر بخش سزا کا قائم کرنا غیر موزوں ہے یا شراب خواری کے سلسلہ کو بند کرنے کیلئے جو عقل و مال کے اڑانے کیلئے ایک مسلم الثبوت سبب ہے کسی تعزیر کا معین کرنا غیر موزوں ہے۔

میری دانست میں احکام شرعیہ کی غیر موزونیت کے خیالات ان لوگوں کے دل و دماغ سے پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ جن کو ترفہ و راحت طلبی نے کسی کام کا نہیں رکھا ہے درحقیقت یہ ایک حل طلب مسئلہ ہے کہ حالانکہ گذشتہ صدیوں میں جب اسلامیوں کا اقبال اوج پر تھا تب نہ مسلمانوں نے شریعت اسلام کے احکام کو چھوڑا اور نہ اُنکے متعلق اُنکی زبان سے کوئی حرف شکایت صادر ہوا اس کو کون نہیں جانتا کہ بڑے بڑے نامور سلاطین جنکی سطوت و شوکت نے تمام دنیا کو ہلا دیا

بہر حالت میں احکام شرعیہ کے کاربند رہے سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ و نور الدین زنگی و شیر دل صلاح الدین کے کارناموں کو کون نہیں جانتا مگر انہوں نے بھی احکام شرعیہ کی پابندی کو اپنے لیے مایہ فخر سمجھ رکھا تھا۔ مگر آج تنزل کے زمانے میں جب مسلمانوں کی عظمت خاک میں مل چکی ایک گروہ مسلمانوں کا اسلامی احکام کو خلاف مصلحت زمانہ خیال کر کے ایک آزاد مذہب کا خواہشمند ہو رہا ہے میرا قیاس اگر صحیح ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ اس شریعت کا زیادہ تعلق روحانیت سے ہے چونکہ گذشتہ مسلمانوں میں روحانیت ایک اعلیٰ پیمانہ پر پائی جاتی تھی اسلیئے وہ احکام شرعیہ کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے بخلاف ان مسلمانوں کے چونکہ ان میں مادیت غالب ہے اسلیئے وہ ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

باقی یہ تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ چونکہ اس شریعت کے احکام و حدود میں اگلی شریعتوں کی طرح تغیر و تبدل ہو گیا ہے اسلیئے یہ دستور العمل کے قابل نہیں ہے اسوجہ سے کہ اسکی حفاظت و نگہبانی خداوند کریم کے ذمے میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون البتہ امتداد زمانہ کی وجہ بعض کور باطن شپرہ چشم اس شریعت کی ابدی روشنی مٹانے کیلیئے کبھی کچھ سازش کر گذرتے ہیں مگر خداوند کریم فوراً ایک ایسے مدبر حقیقت شناس شخص کو پیدا کر دیتا ہے کہ وہ حق و باطل میں امتیاز ثابت کر کے اسلام کی تجدید کر دیتا ہے جس سے مطلع اسلام ہمیشہ بے لوث رہتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا رواہ ابو داؤد ؛

رہی حدیث عمر الدنیا سبعۃ ایام و بعثت انا فی آخر الیوم السادس و ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ جو یولیشن میں مذکور ہے یہ بچند وجوہ ناقابل استدلال ہے۔ اولاً اس حدیث کی صحت پر کیا سند ہے بدون صحت سند نقلیات پر وثوق نہیں کیا جاتا۔ ثانیاً اگر اسکی صحت تسلیم بھی کیجائے تاہم چونکہ یہ حدیث قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسہا قل انما علمہا عند ربی لا یجلیہا لوقتہا الا ھو کی معارض ہے اسلیئے اسپر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ثالثاً اس حدیث کا مفاد صرف اتنا ہی ہے کہ دنیا کا دورہ سات ہزار سال گزرنے پر ختم ہو جائیگا باقی یہ بات کہ سات ہزار سال کے بعد دوسرا نبی مبعوث ہوگا یا دوسری شریعت نازل ہوگی یہ حدیث سے نہیں ثابت ہو سکتا۔ رابعاً واقع خود حدیث کی تکذیب کر رہا ہے اسلیئے کہ حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ سات ہزار سال گزرنے پر آخرت آجائیگی۔ اسلیئے کہ دنیا کے بعد آخرت ہی ہے حالانکہ ایک حساب سے سات ہزار سال گذر چکے مگر قیامت نہیں آئی۔ خامساً آنحضرت صلعم کی بعثت کب ہوئی یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے بعض کا یہ قول ہے کہ چھٹے ہزار کے اخیر میں ہوئی۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ چار ہزار چھ سو بارہ سال گذرنے پر ہوئی واقعات پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ مؤخر الذکر قول صحیح ہے اسلیئے کہ پیدائش آدم سے چار ہزار سال گزرنے پر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چھ سو بارہ سال گزرنے پر آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے بنا بریں قولہ و بعثت انا فی الیوم السادس مشکوک ہو گیا اور مشکوک قابل استدلال نہیں ہو سکتا۔

ختم نبوت کے ثبوت میں دوسری آیت

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (سورۂ مائدہ پارہ ۶)	آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا

شان نزول یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج میں عرفہ کے دن یوم جمعہ میں نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونیکے بعد اکیاسی ۸۱ روز سے زیادہ دنیا میں زندہ نہیں رہے۔ (ابن کثیر در منثور)

اور اس عرصہ میں بھی اکثر احادیث و آثار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حکم حلت و حرمت وغیرہ کا نازل نہیں ہوا۔ (کما بینہ ابن کثیر و ابن جریر بالروایات)۔ صرف دو تین آیات ہیں جنکا نزول اس آیت کے بعد بیان کیا جاتا ہے اور بعض حضرات نے اسی آیت کو آخری آیت قرار دیا ہے (دیکھو اتقان للسیوطی وغیرہ)

حاصل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ اس امت مرحومہ کی ایک بہت بڑی مخصوص فضیلت اور شرافت کا اعلان کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت فاروق اعظم رض سے ایک مرتبہ کہا کہ اے امیر المومنین تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے جسکو تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے جس دن یہ نازل ہوتی۔ آپنے فرمایا۔ وہ کونسی آیت ہے یہودی نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ فاروق اعظم نے جواب میں فرمایا۔

قد عرفنا ذلك الیوم والمکان الذی نزلت فیه علی النبی صلی اللہ علیه وسلم وھو قائم بعرفة یوم الجمعة (بخاری و مسلم)	ہم اسدن اور اسجگہ کو خوب جانتے ہیں جسمیں یہ آیت نازل ہوئی یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن اسوقت نازل ہوئی جبکہ آپ عرفہ میں کھڑے ہوئے تھے۔

مطلب یہ تھا کہ اسدن ہمارے لئے دو عیدیں تھیں۔ یوم عرفہ اور یوم جمعہ۔ چنانچہ در منثور میں بحوالہ مسند اسحق ابن راہویہ اور مسند عبد ابن حمید اس واقعہ میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

الحمد للہ الذی جعله لنا عیدا	اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جسنے ہمارے لئے اسدن کو عید بنایا

اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اسدن پانچ عیدیں جمع تھیں۔ جمعہ ۱۔ عرفہ ۲۔ عید یہود ۳۔ عید نصاریٰ ۴۔ عید مجوس ۵۔ اور دنیا کی تاریخ میں نہ اس سے پہلے اور نہ اسکے بعد تمام ملل دنیا کی عیدیں کبھی جمع نہیں ہوئیں (خازن ص ۴۳۵ ج ۱)

غرضکہ یہ آیۂ شریفہ اس امت کی اس عظیم الشان خصوصی فضیلت کو بیان کر رہی ہے جو باقرار اہل کتاب اس امت سے پہلے کسی کو نہیں ملی۔ یعنی خداوند عالم نے اپنا دین مقبول اس امت کیلئے ایسا کامل فرما دیا کہ قیامت تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں۔ عقائد۔ اعمال۔ اخلاق۔ آداب۔ حلال و حرام۔ مکروہات و مستحبات کے قوانین اور قیامت تک کیلئے

تمام ضروریات معاش و معاد کے اصول اُن کیلئے اسطرح کھولدئے کہ وہ تا قیام قیامت کسی نئے رسول یا نئے نبی کی رہبری کے محتاج نہیں۔ یہانتک کہ اس خیر الامم کے پیشوا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اس عالم ظاہری سے رخصت ہوئے ہیں جبکہ وہ اپنی اُمت کیلئے ایک ایسی صاف سیدھی اور روشن شاہراہ طیار فرما چکے کہ جسپر چلنے والے کو دن اور رات میں کوئی خطرہ مانع نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے:

ترکتکم علی شریعۃ بیضاء لیلھا ونھارھا سواء۔ میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن راہ مستقیم پر چھوڑا ہے کہ جسکا رات دن برابر ہے یہانتک کہ یہ اُمت کسی دوسرے دین اور دوسری نبوت کی محتاج نہیں رہی۔

بالجملہ یہ آیت حکم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کیلئے دین کو بہمہ وجوہ کامل فرمادیا ہے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی نئے دین کی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیت مذکورہ میں اکمال دین سے مراد یہ ہے کہ فرائض اور سنن اور حدود اور احکام اور حلال وحرام کو مکمل بیان فرمادیا گیا اور اُسکے بعد کوئی حلال حرام نازل نہیں ہوا اور نہ اُسکی قیامت تک ضرورت رہی۔[1]

اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ اکمال دین سے یہ مراد ہے کہ یہ دین قیامت تک باقی رہنیوالا ہے کبھی منسوخ یا مندرس اور بے نام و نشان نہوگا۔ اور بعض[2] مفسرین نے اس اُمت کیلئے اکمال دین کی یہ مراد قرار دی ہے کہ یہ اُمت ہر ایک نبی اور ہر آسمانی کتاب پر ایمان لائی کیونکہ تمام انبیاء اور تمام کتابیں اس اُمت سے پہلے صفحہ وجود میں آچکے۔ بخلاف تمام پہلی اُمتوں کے کہ اُنکو یہ فضیلت نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اُنکے زمانہ میں تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابیں وجود ہی میں نہیں آئی تھیں۔

بہرحال مذکورۃ الصدر تینوں تفسیروں میں سے اکمال دین کی جو تفسیر بھی رکھی جائے یہ آیت ہمارے زیر بحث مسئلہ ختم نبوت کیلئے ایک روشن دلیل ہے۔ کیونکہ تینوں تفسیروں کا حاصل یہ ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تاقیامت پیدا نہ ہوگا انہیں مذکورہ بالا تفاسیر پر ذیل کی احادیث اور آثار اور اقوال مفسرین شاہد ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنیوالا حکم نازل ہوا اور نہ حرام کرنیوالا اور نہ کوئی چیز فرائض و سنن میں سے اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں سے	عن[3] ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لم ینزل بعد ھذہ الاٰیۃ حلال ولا حرام ولا شئ من الفرائض والسنن والحدود والاحکام (تفسیر مظہری ص سورہ مائدہ)

اور امام المفسرین ابن جریر نے سدیؒ سے نقل کیا ہے۔

[1] کذا فی التفسیر المسمیٰ بہ لباب التاویل ج۲ ص۴۳۵ خازن [2] ۱۲ منہ [3] ممکن ہے کہ کسی کو اسجگہ یہ شبہ پیدا ہو کہ خود حضرت ابن عباس ہی راوی ہیں کہ آیت ربوا اسکے بعد نازل ہوئی ہے۔ لیکن اگر ہم اسکو صحیح بھی مان لیں تب بھی انکی مراد آیت ربوا سے آخر سورہ بقر کی آیت الذین یاکلون الربوا لا یقومون الاٰیۃ۔ مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حرمت ربوا اس سے پہلے نازل ہوچکی تھی اور یہ آیت مثل اور دوسری آیات کے محض زیادہ توبیخ اور تہدید کیلئے ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

قال هذا انزل يوم عرفة فلم ينزل بعدها حلال ولا حرام ورجع رسول الله صلی الله علیه وسلم فمات (در منثور ص۲۵۹ ج۲)

یہ دن جو آیت میں مذکور ہے یوم عرفہ ہے جس کے بعد نہ کوئی حلال نازل ہوا اور نہ حرام، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوتے ہی وفات پا گئے۔

الغرض کہ یہ آیت آیاتِ احکام میں سب سے آخری آیت ہے اور آپ کیلئے انقطاعِ وحی و نبوت کی خبر دے رہی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو فاروق اعظم رض رونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو تو فاروق اعظم رض نے عرض کیا۔

انا كنا في زيادة من ديننا فاما اذا اكمل فانه لم يكمل شيئ الا نقص قال صدقت وكان هذه الآية نعي رسول الله صلی الله علیه وسلم احدى وثمانين يوما (رواه ابن ابي شيبة وابن جرير والبغوي من رواية هارون بن عنترة) از در منثور و تفسیر مظہری

تحقیق ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے لیکن جب وہ کامل ہوگیا اور عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ جب کوئی شئے کامل ہو چکتی ہے تو پھر وہ ناقص ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اور یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سمجھی گئی، اور آپ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

فاروق اعظم رض کا یہ واقعہ مذکورہ سابق تفسیر کی روشن دلیل اور کھلی شہادت ہے۔ کیونکہ اگر اکمال دین اور اتمام نعمت سے نزول احکام دین کا اختتام اور وحی نبوت کا انقطاع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد نہ تھی تو فاروق اعظم کا اس موقع پر رونا بے محل اور بے معنی ہو جائیگا۔

اور امام المفسرین علامہ ابن کثیر رح اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هذه اكبر نعم الله تعالى على هذه الامة حيث اكمل تعالى لهم دينهم فلا يحتاجون الى دين غيره ولا الى نبي غير نبيهم صلوات الله وسلامه عليه ولهذا جعله الله خاتم الانبياء وبعثه الى الانس والجن (ابن کثیر ص۲۷۹ ج۲)

یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے ان کیلئے دین کو کامل فرما دیا۔ ولہذا نہ وہ کسی دوسرے دین کے محتاج ہیں

ابن کثیر کی اس تفسیر سے جیسا کہ اکمال دین کے معنی حسب تحریر سابق معلوم ہوئے اسی طرح اسکا بھی فیصلہ ہوگیا کہ آپ کے بعد نہ کسی شریعت اور صاحب شریعت نبی کی ضرورت ہے اور نہ مطلق نبی کی صاحب شریعت ہو یا نہ ہو۔

ایک شبہ اور اسکا ازالہ اگرچہ ہم آیت مذکورہ میں اکمال دین کی مذکورۃ الصدر تفسیر کو احادیث اور آثار صحابہ اور ائمہ تفسیر کے مستند اقوال سے ثابت کر چکے ہیں جسمیں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

لیکن اگر کوئی معاند اب بھی یہ تاویل کرے کہ اکمال دین کے لغوی معنی صرف دین کو کامل کرنے کے ہیں اور دین کے کامل کرنیکی یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام ادیان دنیا پر غلبہ عنایت فرمایا اور اس اُمت کو تمام دشمنوں سے محفوظ فرمایا۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اکمال دین کی غرض یہ ہو کہ جس سال میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اس سال فتح مکہ کیوجہ سے موسم حج تمام مشرکین کے تسلط سے پاک ہو گیا تھا۔ تو ممکن ہے کہ امن و امان کیساتھ حج کرنے کو اکمال دین سے تعبیر کیا گیا ہو۔

سو اسکے متعلق ہم صرف فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کا واقعہ اور آپ کی اُن کے خیال پر تصدیق فرمانا وغیرہ کی یاد دہانی کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ تمام ادیان پر اس دین کا غالب ہونا یا موسم حج کا کفار سے خالی ہونا کسی عقلمند انسان کیلئے رونے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ نیز اگر اکمال دین کے یہی معنی تھے تو پھر سلف کے اس کلام کے کیا معنی ہونگے

وکان ھذا نعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علاوہ بریں اُسوقت تک یہ بھی صحیح نہیں کہ اسلام تمام ادیان باقیہ پر غالب ہو گیا تھا۔ کیونکہ تمام عجم اُسوقت تک کفر و شرک کی ظلمات سے اسی طرح بھرا ہوا تھا جیسا کہ سیرت کی معتبر کتابیں اور آثار صحابہ اسپر شاہد ہیں۔

نیز وہ آثار اور اقوال ائمہ تفسیر جو اکمال دین کی اسی تفسیر پر متفق ہیں جو ہم نے عرض کی اس تفسیر کے خلاف ہیں۔ لہذا ان تمام امور پر لحاظ کرتے ہوئے صرف ایک احتمال عقل کو بوجہ تفسیر قرآن بنانا کسی طرح مناسب نہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل۔

ختم نبوت کے ثبوت میں تیسری آیت

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔	اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر ایک رسول تمہارے پاس آئے جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تم سب اُس پر ایمان لاؤ اور اُسکی مدد کرو

اس آیت میں خداوند عز و جل نے اُس عہد و میثاق کا ذکر فرمایا ہے جو ازل میں تمام انبیاء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لیا گیا ہے۔ آیت کی تفسیر اور اُسکا پورا واقعہ بڑی تفصیل کا مقتضی ہے۔ ابن قیم نے صرف اس آیت کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

لیکن اسجگہ ہمارا مطمح نظر ثم جاءکم رسول الخ کے الفاظ ہیں جنمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

تمام انبیاء کے بعد تشریف لانیکو لفظ ثم کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جو لغت عرب میں تراخی یعنی مہلت کیلئے آتا ہے۔

جب کہا جاتا ہے جاءنی القوم ثم عمر تو لغت عرب میں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پہلے تمام قوم آگئی اور پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔

واہذا ثم جاءکم رسول کے یہ معنی ہوں گے تمام انبیاء کے آنیکے بعد سب سے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور جبکہ اخذ میثاق سے کوئی کسی قسم کا نبی بروزی یا ظلی وغیرہ مستثنیٰ نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء علیہم السلام سے آخری نبی ہونا متعین ہوگیا۔ اور یہ واضح ہوگیا کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا۔

چوتھی آیت

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات (اعراف)	ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہدیجئے کہ میں تمہاری تمام لوگوں کیطرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ کہ جس کیلئے ملک ہے آسمانوں اور زمین کا

اس آیت کریمہ میں خداوند عالم نے اعلان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کیطرف رسول ہو کر تشریف لائے ہیں جسمیں عرب و عجم اور شرق و غرب کے انسان داخل ہیں خواہ آپکے زمانہ میں موجود ہوں یا آپ کے بعد قیامت تک پیدا ہوں جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریحا ارشاد فرمایا ہے:۔

انا رسول من ادرک حیا و من یولد بعدی (رواہ ابن سعد عن الحسن مرفوعاً ۱۰ ج ۲)	میں تمام ان لوگوں کیلئے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کیلئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام اقوام عالم کی طرف عام ہے خواہ اب موجود ہوں یا آیندہ قیامت تک پیدا ہونیوالی ہوں بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان کی بعثت خاص خاص قوموں کی طرف مخصوص شہروں کے اندر ہوتی تھی۔ اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند عالم کے ان انعامات کو جو صرف آپ کیساتھ مخصوص ہیں بیان کرتے ہوئے منجملہ چھ صفتوں کے عموم بعثت کو بھی شمار فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں سے ظاہر ہے

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کوئی قوم کوئی انسان کسی زمانہ اور کسی قرن میں پیدا ہونیوالا مستثنیٰ اور خارج نہیں۔ بلکہ قیامت تک دنیا میں پیدا ہونیوالے سارے انسان آپکی ہی امت ہیں تو اب دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو اور یا کوئی اور نبی بھی پیدا ہو۔ اول صورت تو مدعا ہی ہے اور دوسری صورت قطعاً باطل ہے کیونکہ یہ صورت سید الانبیاء فخر الاولین والآخرین کی شان کے شایاں نہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ سید الانبیاء کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی آکر اسکی امت کو اپنی نبوت پر ایمان لانیکی دعوت دے۔

الحاصل یہ آیت کریمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونیکی روشن دلیل ہے۔ مزید اطمینان کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر ابن کثیر صـ۲۵۳ ج۲ جسمیں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ موصوف نے تحریر فرمایا ہے۔

وھذا من شرفہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین وانہ مبعوث الی الخلق کافۃ الی قولہ والآیات فی ھذا کثیرۃ کما ان الاحادیث فی ھذا اکثر من ان تحصر وھو معلوم من دین الاسلام ضرورۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول الی الناس کلھم۔	اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شرافت میں سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ تمام مخلوق کیطرف مبعوث ہیں۔ اور اس بارہ میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ احادیث اس بارہ میں احاطہ سے باہر ہیں۔ اور یہ بات دین اسلام میں بداہتہً

وضرورۃً معلوم ہے کہ آپ تمام انسانوں کی طرف مرسل ہیں جسمیں سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

غرض اس آیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عموم بعثت صراحۃً بیان کیا اور اسکو یہ لازم ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہو۔ اسیطرح آیات ذیل بھی عموم بعثت اور ختم نبوت کی صاف دلیلیں ہیں۔

پانچویں آیت

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (سورہ فرقان پ۱۸)	یعنی مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید کو اپنی بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کیلئے

نذیر بنے یعنی تمام عالم والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے۔

یہ آیت بھی صاف طور سے اعلان کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم والوں میں عام ہے۔ اور آپ گذشتہ آیت میں معلوم کر چکے ہیں کہ عموم بعثت سے ختم نبوت کا ثبوت لازم ہے۔

چھٹی آیت

وارسلناک للناس رسولا (سورۃ النساء پ۵) یعنی ہم نے آپکو (ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انسانوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے

اس آیت میں بھی آپ کی عموم بعثت اور آپکے بعد کسی نبی کے نہونے کا اعلان ہے چنانچہ ابن کثیر جامع البیان وغیرہ میں تصریح ہے۔

ساتویں آیت

واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ (سورۃ الانعام) یعنی میری طرف اس قرآن کی وحی کیگئی تاکہ اسکے ذریعہ سے میں تم کو ڈراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہونچے۔

اس آیت میں صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ قرآن عزیز کی شریعت صرف اُن لوگوں کیلئے مخصوص نہیں جو اسوقت موجود ہیں۔ بلکہ قیامت تک جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے اُن سب کے لیے یہی حجت ہے۔ آیندہ کسی کتاب و شریعت اور نبوت کی ضرورت نہیں جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ یہ آیت صرف نبوت تشریعیہ کے انقطاع کی دلیل ہے

آٹھویں آیت

ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ (سورۃ ہود پ ۱۲)	یعنی تمام انسانوں کی جماعتوں میں سے جو شخص اُسکا کفر کرے پس جہنم اُس کا ٹھکانا ہے۔

ابن کثیر وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ احزاب سے تمام اقوام عالم مراد ہیں۔ والہذا یہ آیت بھی عموم بعثت اور آپ کے آخر الانبیاء ہونے کی شاہد ہے۔

علاوہ بریں اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کے بعد نجات صرف آپ کے ہی اتباع میں منحصر ہے اور کسی نبی کی ضرورت نہیں

نویں آیت

وما ھو الا ذکر للعالمین	یعنی یہ قرآن تمام جہان والوں کیلئے تذکیر ہے اسمیں بھی عموم بعثت کا اعلان اور ختم نبوت کا اثبات ہے۔

دسویں آیت

یا ایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرا لکم الآیۃ	اے لوگو بیشک لایا ہے تمہارے پاس پیغمبر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) دین حق پس ایمان لاؤ اُن پر بہتر ہوگا تمہارے لیے۔

اس آیت میں بھی الناس سے تمام انسان مراد ہیں اور عموم بعثت اور ختم نبوت کا ثبوت ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ

تیسرا باب نزول مسیح میں

تاریخوں میں لکھا ہوا ہے کہ جب باب کی وفات پر تیرہ سال گزر چکے تو بہاء اللہ نے دعوے کیا کہ باب نے البیان میں جس مسیح من یظہرہ اللہ کیلئے پیشین گوئی کی تھی وہ میں ہی ہوں اور بابی شریعت کو جو ابھی نا مکمل تھی منسوخ کر کے بجائے اُسکے بہائی شریعت کا سنگ بنیاد رکھدیا اور جب اُسکی تکمیل ہو چکی تو اعلان کر دیا کہ یہ شریعت ایک ہزار سال سے قبل منسوخ نہیں ہو سکتی بہاء اللہ کے اس دعوے نے بابیوں میں تفرق پیدا کر دیا چنانچہ

جولوگ صبح ازل کو پیشوا سمجھتے تھے وہ بابی مذہب پر قائم رہے اور بہائی شریعت کا انہوں نے انکار کر دیا اور جو لوگ بہاء اللہ کو پیشوا مانتے تھے انہوں نے بابی مذہب کو منسوخ سمجھکے بہائی شریعت کو تسلیم کر لیا یوں تو یہ دونوں پیشوا بغداد میں نظر قید تھے مگر اس تفرقہ نے جب دونوں میں خسر انگیز شر پیدا کر دیا تو دولت علیہ نے بہاء اللہ کو عکہ میں نظر قید کیجئے حکم دیا اور صبح ازل کو سیپرس کے ایک جزیرے میں بھیجدیا۔ واقعات پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ بہائی اُمت بہ نسبت ازلی کے زائد ہے گو بہاء اللہ کی وفات ۱۸۹۲ء میں ہو چکی تاہم اُسکی اُمت اُسکی مسیحیت ثابت کرنے کے لئے ابھی تک نہایت سرگرم ہے چنانچہ مؤلف ریلویلیشن نے بائبل کی چند عبارتیں نقل کر کے دعوے کیا ہے کہ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ بہاء اللہ مسیح موعود ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسیح موعود کون اور کہاں اور کس وقت نازل ہونگے اور اُن کا عمل کونسی شریعت پر ہوگا گو قرآن مقدس میں اس امر کی تصریح ہے کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں مگر اُن کے نزول کی بابت اس میں کوئی تصریح نہیں ہے البتہ قولہ تعالیٰ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا و قولہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا سے اشارۃً یہ مفہوم ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ کوئی اہل کتاب سے نہیں ہوگا مگر یقیناً عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیگا اُنکی موت سے قبل اور عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت پر قیامت کے روز گواہ ہونگے۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیومنن میں نون تاکید کا ہے اور کتب نحو میں اتفاقاً تصریح ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کیلئے کر دیتا ہے اور ماضی و حال کیلئے نون تاکید نہیں آتا۔

بعد اس تمہید کے معلوم ہوا کہ اس آیت سے مقصود استقبال کی خبر ہے یعنی حضور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آیندہ زمانہ میں سب اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کی موت سے قبل ضرور ایمان لے آویں گے۔ پس چونکہ ابھی تک سب اہل کتاب آپ پر ایمان نہیں لائے اسلیئے آپ مرے بھی نہیں اور آیندہ تشریف لاویں گے۔

دوسری آیت کا ترجمہ۔ اور یقیناً وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔

یہ آیت بھی صاف بتلا رہی ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام علامات کبری قیامت سے ہے صرف بحث طلب یہ بات ہے کہ آیت سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا کوئی اور چیز اور اِنّہٗ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام ہی کو بتا رہی ہے یا نہیں سو اول تو اسی کو غور کرو کہ اوپر سے ذکر ہی عیسیٰ علیہ السلام کا آ رہا ہے بلکہ انہیں کیلئے یہ خاص پردہ اُٹھایا گیا ہے گویا خود قرآن اُسکی تفسیر بھی کر رہا ہے لیکن اگر کوئی قرائن سیاق و سباق کو شاہد اور دلیل نہیں سمجھتا تو آیت کی تفسیر کا دوسرا درجہ حدیث کا ہے۔ تو ہم محدثین کی وہ تصریحات پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مؤلفات میں اس آیت کے متعلق کی ہیں اور فی الحقیقت قرآن کیلئے تفسیر کی اساس وہی ہے

خیر امت حضرت عباس رض نے بھی انہ سے نزول عیسی مراد لیا ہے۔

عن ابن عباس فی قوله تعالی وانه لعلم للساعة قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیمة

ابن عباس نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا نکلنا اور قیامت سے پہلے آنا ہے۔

اس روایت کو فریابی۔ سعید بن منصور۔ مسدد۔ عبد ابن حمید۔ ابن ابی حاتم طبرانی نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے پس اس سے روایت کی صحت و توثیق خود واضح ہے۔

ابو ہریرہ رض کی روایت میں جسکو عبد بن حمید نے روایت فرمایا اور زیادہ تفصیلی ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه وانه لعلم للساعة قال خروج عیسیٰ یمکث فی الارض اربعین تکون تلك الاربعون اربع سنین

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عیسیٰ قیامت کی علامت ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نکلنا درانحال کہ وہ زمین پر چالیس برس کی مدت قیام کرینگے یہ چالیس برس چار برس کی برابر ہونگے وہ اس مدت میں حج اور عمرہ کریں گے۔

اور عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ

وانه لعلم للساعة قال آیته للساعة خروج عیسیٰ قبل یوم القیمة۔

وانه لعلم للساعة سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا خروج ہے جو کہ قیامت کے قریب میں ہوگا۔

ابن جریر اور عبد بن حمید نے حسن رضی اللہ سے روایت کیا ہے

وانه لعلم للساعة قال ای نزول عیسیٰ قبل یوم القیمة۔

وانه لعلم للساعة یعنی علامت قیامت عیسیٰ علیہ السلام کا خروج ہے جو قیامت سے کچھ قبل ہوگا۔

اسی طرح ایک قراۃ میں علم کو فتح لام کی ساتھ پڑھا گیا ہے اور اسوقت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کیلئے علم (نشان یعنی علامت) ہونا بالکل واضح ہے محدثین نے اس قراۃ کو لیکر بھی جو تفسیر کی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اس آیت کا منشا نزول عیسوی کا بیان فرماتا ہے۔

پس سیاق و سباق اور احادیث کی تصریح سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ ان آیات سے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مراد ہے تاہم یہ مسئلہ آیات سے صراحۃً مفہوم نہیں بلکہ اشارۃً آیات سابقہ و دیگر آیات میں مذکور ہے لیکن اگر حدیث پر نظر ڈالی جاوے تو یہ مسئلہ ایسا یقینی اور اجلی بدیہیات سے ہوگیا جس پر شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں رہی حتی کہ امت کا اجماع ہوکر تواتر اور شہرۃ کے اعلی ترین مرتبہ میں پہونچ گیا۔

تواتر کا دعوی ہم نہیں کرتے اور نہ ہم اس کے موجد ہیں بلکہ ہم تو اسلاف کبار سے ناقل ہیں تواتر کا مدعی کوئی معمولی شخص نہیں بلکہ امام حدیث و تفسیر علامہ ابن کثیر ہیں جنہوں نے سورۂ نساء کی تفسیر میں تواتر کا دعوی کیا اور

اس پر احادیث نبوی کا بیش بہا ذخیرہ پیش کیا ہے۔ پھر تواتر کا دعویٰ امام الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری
میں آبری سے نقل کیا ہے۔

پھر امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں محض اس روایت کے متعلق کہ عیسیٰؑ نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے
پندرہ صحابہ کا حوالہ دیا ہے گویا روایات نزول میں پندرہ روایتیں اور اضافہ ہوگئیں جس سے یہ مسئلہ متواتر و مشہور ہوگیا
مثل قرآن کی قرأت اور نماز کی فرضیت اور بمبئی اور کلکتہ کے وجود کیطرح اس شخص کے حق میں جس نے ہند دیکھا ہو۔ پھر
علماء امت نے پرکھ کر اسکی تلقی بالقبول کی اسپر مستقل کتابیں لکھیں علامہ شوکانی نے التوضیح فی التواتر ما جاء
فی المنتظر والدجال والمسیح۔ اور سیوطی نے الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام

پس نزول عیسیٰ کا عقیدہ پہلے قرآن نے عالم میں پھیلایا پھر حدیث نے صاف صاف اسکو بیان کیا پھر اخبار و آثار
صحابہ نے اسکی اشاعت کی پھر علماء امت نے تلقی بالقبول کی، چنانچہ ترمذی میں ہے کہ دمشق کے شرقی جانب سفید
منارے کے نزدیک مسیح ابن مریم نازل ہونگے۔ ان کے کپڑے زرد رنگ انکے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر ہونگے
جب سر جھکائیں گے تو اس سر سے متواتر پسینے کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو جو قطرہ پسینے کا گریگا
وہ موتی کی طرح ہوگا انکے سانس میں یہ اثر ہوگا کہ جو کافر اسے سونگھے گا تو فوراً مر جائیگا دجال کو ڈھونڈتے ہوئے
باب لد کے قریب پاویں گے وہیں اس کو قتل کردیں گے پھر بذریعہ وحی مسیح ابن مریم کو اطلاع دی جائیگی کہ میرے
بندوں کو کوہ طور پر لیجا کے اپنی حراست میں رکھو اسلیے کہ یاجوج ماجوج نکالے گئے ہیں کسی کو ان کیساتھ قتال کی
قدرت نہ ہوگی چنانچہ یاجوج ماجوج ہر بلندی سے اترنے شروع ہونگے چونکہ ابن مریم اور دجال دونوں کو مسیح کہا
جاتا ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے امتیاز کیلئے ابن مریم کا حلیہ بیان کرنے میں نہایت کوشش فرمائی ہے آپنے فرمایا ہے
کہ ابن مریم کی گندمی رنگت ہے انکی زلف گھونگروالی نہیں ہیں گردن کے درمیانی حصے تک انکے زلف لٹکے ہونگے
آپنے فرمایا مشابہت میں عروہ بن مسعود کے قریب ہیں رہی یہ بات کہ ان کا عمل کونسی شریعت پر ہوگا قرآن و حدیث
کے لہجہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی شریعت اسلام انکا دستور العمل ہوگا۔ اولاً قولہ واذ اخذ اللہ میثاق
النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ الآیۃ میں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء سے عہد لے چکا
ہے کہ اگر تمہارے عہد میں بالفرض محمد صلعم تشریف لاویں تو تم ان پر ایمان لانا اور انکی حمایت کرنا بناءً علیہ جب ابن مریم
آنحضرت صلعم کے عہد شریعت میں نازل ہونگے تو ضرور ان کو اس شریعت کی پیروی کرنی پڑیگی۔ ثانیاً حدیث مسند احمد
میں ہے لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی جب موسیٰ باوجودیکہ آپ صاحب شریعت مستقلہ سمجھے جاتے
ہیں بشرط حیات آنحضرت کے اتباع پر مجبور ہوتے تو عیسیٰ جو شریعت میں انکے تابع تھے آنحضرت صلعم کی اتباع پر کیوں
مجبور نہ ہونگے ثالثاً مسند امام احمد و ابوداؤد کی حدیث میں تصریح ہے کہ جب ابن مریم نازل ہونگے تو صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو

قتل کرینگے جزیہ چھوڑ دینگے لوگوں کو اسلام کی دعوت کرینگے اُنکے زمانہ میں اسلام کے سوا کل ملتوں کو خدا تعالیٰ باطل کردیگا چالیس تک ٹھیریں گے جب فوت ہونگے تو مسلمان ہی ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے ۱۲ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاٰخرة من الخاسرین۔

اب میں کہتا ہوں کہ جب بہاء اللہ نہ ابن مریم ہے نہ دمشق کے شرقی سفید منارے کے قریب آسمان سے وہ نازل ہوا نہ دجال کو اُس نے قتل کیا نہ صلیب کو توڑا نہ خنزیر کو قتل کیا نہ اسلام کے سوا کل ملل کو اُس نے باطل کیا نہ یاجوج ماجوج کے خوف سے وہ کوہ طور پر اپنی امت کیساتھ چڑھا پھر کس تبا پر وہ مسیح موعود بنا۔

مجکو مرزا محمود صاحب کی لیاقت پر سخت افسوس ہے جو وہ جواب لکچر قادیانی میں لکھتے ہیں کہ قوله تعالیٰ یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحة بالحق ذلك یوم الخروج میں جو مکان قریب واقع ہے مراد اُس سے باتفاق مفسرین مسجد اقصیٰ کا گرد و نواح ہے مرزا صاحب کا مافی الضمیر یہ ہے کہ مکان قریب سے مراد شہر عکہ ہے جہاں بہاء اللہ نظر قید تھا اور منادی سے مراد خود بہاء اللہ ہے مرزا صاحب نے مکان قریب کو تو دیکھ لیا مگر آگے چلکے اللہ تعالیٰ نے یوم تشقق الارض عنهم سراعا ذلك حشر علینا یسیر جو بیان کیا ہے اسکو نہیں دیکھا اگر وہ دیکھتے تو اُن کو یہ مغالطہ نہ ہوتا کیا مرزا صاحب کہہ سکتے ہیں کہ جس روز بہاء اللہ نے عکہ میں ندا کی اس روز زمین شق ہو گئی تھی اور مردے زمین سے نکل کے بھاگنے لگے تھے کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس آیت میں خدا نے کریم نے قیامت کا ہولناک منظر بیان کیا ہے۔ کیا وہ قیامت میں بھی کسی ہادی کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاٰخرة اعمیٰ واضل سبیلا۔ اس سے بھی بڑھکے مرزا صاحب نے قوله تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله نقل کر کے اظہار لیاقت علمی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حوله سے مراد عکہ ہے اچھا ہم نے مان لیا کہ عکہ ہی مراد ہے مگر کیا ضرورت ہے کہ جو عکہ میں ہو مسیح ہو جایا کرے اگر ایسا ہی ہے تو پھر عکہ میں جسقدر آدمی ہیں سب ہی مسیح ہیں کیا مسیح موعود کیلئے احادیث متذکرہ بالا میں جو علامتیں بیان کی گئیں ہیں ہونا شرط نہیں ہیں بابیوں کے اس قول پر بھی ناظرین کو قہقہہ آئے بغیر نہیں رہیگا سنا وہ کہتے ہیں کہ قوله تعالیٰ واللّٰه یدعوا الی دار السلام میں جو دار السلام ہے مراد اُس سے بغداد ہے جہاں بہاء اللہ نظر قید تھا خیر اُنہوں نے اپنی خوش فہمی سے یہ تو سمجھ لیا مگر اُن سے یہ کون کہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی اسوقت بغداد کا تو نام و نشان بھی نہیں تھا بغداد کی بنیاد سنہ ۱۴۰ھ میں منصور خلیفہ عباسی کے زمانے میں ڈالی گئی تھی کیا اللہ تعالیٰ بوقت نزول آیت لوگوں کو ایک معدوم شہر کیطرف بلاتا تھا واضح ہو کہ دار السلام سے مراد جنت ہے اور جنت ہی کی طرف اللہ تعالیٰ بلاتا ہے کما فی قوله تعالیٰ واللّٰه یدعوا الی الجنة والمغفرة باذنه علاوہ اسکے بغداد کا نام دار السلام نہیں بلکہ مدینة السلام تھا چنانچہ مجمع البحار میں محمد طاہر پٹنی نے اسکی تصریح

کردی ہے (لطیفہ) ایک شخص کا نام لا تھا اُس نے دعوی نبوت کا کیا اور نبوت میں قولہ صلعم لا نبی بعدی پیش کیا یعنی لا میرے بعد میں نبی ہو یا میں کا یہ استدلال بھی میرے خیال میں اس استدلال سے کچھ کم نہیں ہے جب یہ تمہید دلنشین ہو چکی تو اب میں مہدی کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔

باب چہارم مہدی کے بیان میں

قرآن تو اس مسئلہ اور اس خبر سے ساکت ہے البتہ کثیر و شہیر احادیث سے مہدی کی آمد ثابت ہوتی ہے بعض مخالفین نے جیسے ابن خلدون وغیرہ نے گو ان روایات پر کلام کیا ہے لیکن وہ کلام پھر اور بے سر و پا ہے اور علماء محققین نے ابن خلدون کا دندان شکن جواب بھی دیا ہے۔ غرض خبر مہدی صحیح ہے اور سنن اربعہ و طبرانی وغیرہ احادیث میں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ مہدی کس کی اولاد سے ہونگے اُن کا حلیہ کیا ہوگا اُن کا اور اُن کی والدہ کا نام کیا ہوگا اُن کے ہاتھ پر اول کہاں بیعت کیجاویگی اور سب سے پہلے اُن کی کون لوگ بیعت کریں گے اور وہ کونسی شریعت کے پابند ہونگے اور اُنکی فرمان روائی کبتک باقی رہیگی۔

قال النبی صلے اللہ علیہ و سلم المہدی من عترتی من اولاد فاطمۃ۔

عن علی ان النبی سید کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و سیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبہہ فی الخلق و لا یشبہہ فی الخلق۔ رواہ ابو داؤد

المہدی منی اجلی الجبہۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا یملک سبع سنین۔ ابو داؤد

لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔ ترمذی ابو داؤد۔

حضور نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد فاطمہؓ سے ہوں گے۔ ابو داؤد

علی سے روایت ہے کہ میرا بیٹا یعنی امام حسن سید ہے جیسا کہ بیان فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اور قریب ہے کہ اُسکی اولاد سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جسکا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا اور تمہارے نبی کی صورت سیرت میں مشابہ ہوگا نہ کہ صورت میں۔

مہدی میرے سے ہے کشادہ پیشانی بلند ناک ہے زمین کو عدل سے ایسا بھر دیگا جیسا کہ ظلم سے بھری گئی ہو سات سال زمین کا مالک رہیگا۔ ابو داؤد

اگر نہ باقی رہا دنیا سے مگر صرف ایک دن البتہ خدا اس دن کو طویل کر دیگا یہانتک کہ اُسدن میں رجل صالح کو بھیجیگا جسکا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور اُسکے باپ کا نام میرے باپکے نام کے موافق زمین کو عدل سے

ترمذی ابوداؤد	بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری گئی۔
خلیفہ کے مرنیکے وقت اختلاف ہوگا پس اہل مدینہ سے ایک شخص مکہ کیطرف بھاگنے کی حالت میں نکلیگا اور اُسے نکالیں گے حالانکہ وہ ناپسند کرتا ہوگا تو خلافت کی بیعت اُس سے رکن اور مقام کے درمیان کرینگے۔ ابوداؤد	یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعونه بین الرکن والمقام ابوداؤد
(مہدی) آدمیوں میں حضور کی سنت پر عمل کریں گے اور اسلام زمین میں پھیل جاوے گا پھر وہ وفات پاویں گے اور مسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔	یعمل فی الناس بسنة نبیهم ویلقی الاسلام بجرانه فی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون

یہ علامتیں جن کو آنحضرت صلعم نے صریح الفاظ میں بیان فرمایا ہے چونکہ یہ مہدی موعود کی تشخیص کیلئے کافی سمجھی جاتی ہیں اسلیئے اُن کو پیش نظر رکھ کے باب کا اُن سے ہم موازنہ کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ باب کے نسب اور اُسکے حلیہ کی ہمیں پوری طور پر اطلاع نہیں ہے اسلیئے یہ بحث ہم ان اگلوں کے متعلق کرتے ہیں جو اُن دونوں سے واقف ہیں۔

لفظ محمد مفرد اور علی محمد مرکب ہے اور مفرد و مرکب میں جو تباین ہے وہ ظاہر ہے۔ آنحضرت صلعم کے والد کا نام عبداللہ تھا اور باب کے گذشتہ سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے والد کا نام مرزا رضا تھا پس نہ باب کا نام آنحضرت صلعم کے نام نامی سے مطابق ہوا نہ اُسکے والد کا نام آنحضرت صلعم کے والد کے نام سے مطابق ہوا نہ اہل مکہ نے حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان اُس کے ہاتھ پر اول بیعت کی نہ اُس شریعت پر اُسکا عمل رہا نہ اُس شریعت کے احیا کیلئے اُس نے کوشش کی نہ اُسکی وفات علی الفراش ہوئی نہ مسلمانوں نے اُس کی نماز جنازہ پڑھی روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینا تو درکنار بالشت بھر زمین کا بھی وہ مالک نہ بن سکا اگرچہ اُس نے رجماً بالغیب یہ پیشین گوئی کی تھی کہ آیندہ سال مکہ معظمہ سے شمشیر بکف میں خروج کرونگا اور جملہ روئے زمین پر میں قابض ہوں گا مگر علی رغم انفہ اُس کی کامیابی کی امنگیں اُسکے دل ہی میں تھیں کہ تیس سالہ عمر میں نہایت ذلت کیساتھ قتل کیا گیا پہلے میں بیان کر چکا کہ باب شریعت اسلام کو منسوخ سمجھتا تھا بجائے اسکے اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی تھی اس مذہب کی کفیل باب کی کتاب البیان ہے جسکو بابی کتاب الٰہی خیال کرتے ہیں اس مذہب میں آزادی کا دائرہ نہایت ہی وسیع قرار دیا گیا ہے خود باب نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر میرے مریدوں میں سے کوئی شخص منہیات شرعیہ کا مرتکب ہو یا احکام شرعیہ کو ادا نہ کرے تو اُس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اسکے نزدیک حقیقی بہن سے نکاح ہونا ناجائز نہیں ایک عورت نو مرد سے نکاح کر سکتی ہے شراب خواری سے رکاوٹ نہیں مگر افسوس باب کی طرح

باب کی شریعت کا بھی تھوڑی مدت میں خاتمہ ہو گیا اسکے فوت ہونے پر تیرہ سال گزرے تھے کہ اسکے خلیفہ بہاء اللہ نے اسکو منسوخ کرکے بجائے اُسکے شریعت بہائیہ قائم کر دی۔

باب نے مہدیت کی آڑ میں مستقل نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا دعوے نبوت پر جب اُس سے معجزہ طلب کیا گیا تو وہ کوئی معجزہ پیش نہ کر سکا شعر گوئی کو جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ والشعراء یتبعہم الغاون باب نے اپنے لئے اعجاز سمجھ رکھا تھا مگر چونکہ ان اشعار میں اصول نحو کی رعایت نہ تھی اسلئے وہ اعجاز کا کام نہ دے سکے۔ جواب لیکچر قادیانی میں مرزا محمود صاحب نے باب کا ایک معجزہ بیان کیا ہے مگر مرزا صاحب اگر ایک منصف شخص کی آنکھ سے اُسے دیکھتے تو غالباً وہ یقین کرتے کہ باب کی سازش پر یہ ایک بین دلیل ہے مرزا صاحب نہایت ہی فخر سے لکھتے ہیں کہ جب باب کو صلیب پر چڑھایا اور ارمنی قوم کے مسیحی مذہب والے سو بجروں کی ایک پلٹن کو ایکبارگی ان پر فائر کرنے کیلئے حکم کیا گیا اُنکے فائر کرنے اور گولیوں کی ایکبارگی بیر باری کر دینے سے تھوڑا سا صدمہ بھی حضرت باب کے نورانی جسد منیر کو نہیں پہنچا۔ بار دوم پھر اُسی فوج کو فائر کرنے کیلئے حکم ہوا مگر اُنھوں نے انکار کر دیا تو دوسری فوج مسلمان نصیری مذہب والوں کی فائر کرنے کیلئے حاضر کیگئی اور اس مرتبے میں اس مسلمان فوج کے فائر سے حضرت باب کا سینہ چھلنی ہو گیا اور اُنکا جسم نورانی زخمی ہو گیا اور فوت ہو گئے۔ انتہی۔ مجکو اس پر سخت تعجب ہے کہ جب پہلے فائر کی گولیوں کا باب کو نہ لگنا باب کا اعجاز تھا تو پھر دوسرے فائر کی گولیاں کیوں لگیں اور ان سے خاتمہ کیوں ہو گیا کیا یہ فوری اعجاز تھا کہ فرعون کے جادوگروں کی طرح بہت جلد مٹ گیا اور باب کو بچا نہ سکا میری دانست میں اسکی وجہ یا تو یہ ہونی چاہیئے کہ فائر کرنیوالوں کو رشوت دیگئی تھی یا یہ ہونی چاہیئے کہ باب نے کچھ جنات تابع کر رکھے تھے ان جنات نے عیسائیوں کی بد دینی کیوجہ سے گو اُنکی گولیوں سے باب کو ایک طرح سے بچا دیا مگر جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکے فائر کر دیئے تو یہ جنات تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور گولیوں نے ایک جنبی مہدی کا کام تمام کر دیا۔ بلکہ صحیح امر جو مورخوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے وہ تو یہ ہے کہ ملا محمد علی اور اور باب کو باندھکر جو فیر کا حکم ہوا تو فیر سے ملا محمد علی کا تو خاتمہ ہو گیا اور باب کی رسی کھلگئی باب دھواں کثرت سے تھا اُسمیں بھاگ کر قریب ایک حجرہ میں جا گھسا اور آدمیوں کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا جب دھواں فرو ہوا تو بابی تو سمجھے کہ آسمان پر چلا گیا اور سست عقیدہ مسلمانوں میں بھی تذبذب پیدا ہوا بالآخر تلاش کرنے سے ملگیا پھر باندھکر دوبارہ فیر کیا گیا جس سے بدن چھلنی بن گیا۔ کیا یہی معجزہ تھا کہ چھپ کر بھاگا۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ

یہ ایک مشہور روایت ہے کہ عبد الملک بن مروان کے عہد خلافت میں حارث دمشقی نے شام میں دعویٰ نبوت کا کیا تھا چونکہ جنات اسکے تابع تھے اسلیئے جب یہ قید کیا جاتا تو جنات پاؤں سے بیڑی نکال دیتے اور جب تلوار یا نیزہ اُسکو مارا جاتا تو اُس کا اثر اُس کے جسم پر محسوس نہ ہونے دیتے جب اس واقعہ کی اطلاع عبد الملک کو

دی گئی تو اس نے کہا بسم اللہ پڑھکر وار کیا جائے چنانچہ بسم اللہ پڑھکے وار کیا گیا جس سے فوراً وہ قتل ہوگیا۔
اسود عنسی جس نے آنحضرتؐ کے اخیر عہد میں دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ سویا ہوا تھا اور مسلمان اسکو قتل کرنے کیلئے جا پہنچے مسلمانوں کو دیکھتے ہی شیطان نے اسود کو ایک بے روح قالب کی طرح بٹھا دیا اور اسکی زبان سے گویا ہوا مگر مسلمانوں کے سامنے شیطان کا مکر کہاں چلسکتا تھا فیروز نے پیشقدمی کرکے اسکو قتل کردیا صدق اللہ ان کید الشیطان کان ضعیفا وان کنت فی شک مما قلنا فاقرأ ما قال تعالیٰ و اذ زین لھم الشیطان اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس و انی جار لکم فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ ۱۲ الحاصل اہل تسنن کے نزدیک مہدی موعود میں متذکرہ بالا علامتیں ہونی چاہئیں چونکہ یہ علامتیں باب میں نہیں پائی جاتی ہیں اسلیئے وہ کبھی مہدی نہیں ہوسکتا ہے۔

پس ان چاروں بابوں سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ نہ خداوند تعالیٰ کسی بشر میں حلول کرسکتے ہیں نعوذ باللہ۔ اور نہ حضور کے بعد کوئی نبی بن سکتا ہے نہ ہی شریعت لاکر نہ شریعت سابقہ کی تبلیغ کیلئے اور مسیح موعود و مہدی منتظر کی علامات احادیث اور آثار صحابہ سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہیں اسلیئے جسمیں جملہ علامات متحقق اور ثابت ہوں گے وہ ہی مسیح موعود اور مہدی ہوں گے۔ اسلیئے بہائیوں کا مذہب الوہیت اور نبوت کا نصوص اور دلائل سے بالکل لچر اور باطل محض مذہب ہے اور اس مذہب کو اسلام سے کوئی علاقہ نہیں جو شخص حضور کے بعد نبوت کا دعوی کرے وہ اور اسکے متبعین اور اسکو اچھا جاننے والے یقیناً کافر ہیں اسلیئے بہائی اور قادیانی خواہ جماعت لاہوری ہو یا غیر لاہوری سب کافر ہیں ان کے وہی احکام ہیں جو کفار کے۔ پھر کفر کی ایک وجہ تو نہیں۔ نبوت کا دعوی الوہیت کا دعوی قرآن کی تحریف حضور سے فضیلت جملہ انبیاء سے فضیلت، ایسے آدمیوں سے تو کفار سے بھی زائد بچنا چاہیئے ان کی تلبیس کی مضرت اشد ہے۔ اور پھر جیسے اور دنیا کے تمام مذاہب ناقص ہیں کہ یا صرف عبادات کی تعلیم ہے وبس ایسے ہی بابی مذہب بھی حاوی اصول و فروع کو نہ ہونیکی وجہ سے بالکل بچوں جیسا مذہب ہے نہ اسمیں آدمی اور جانوروں کے حقوق کا بیان ہے نہ طرز معاشرت کی تعلیم ہے نہ آداب اکل و شرب سے بحث نہ معاملات کی جملہ انواع و اقسام کا تذکرہ ہونیکے بعد ان سب کے احکام مذکور ہیں برخلاف اسلام کے کہ وہ ان سب محاسن اور احکام سے متصف ہونیکے بعد اب اس بات کہنے کے اہل ہے کہ اب میرے سوا کوئی دین تاقیامت قبول نہ کیا جاوے گا۔

خاتمہ

باب اور بہاء اور ازل کی ابطال نبوت کے بیان میں

(۱) ہم دس آیات اور احادیث سے ختم نبوت کو ثابت کر چکے جس سے صاف معلوم ہو چکا کہ حضور کے بعد نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول نہ تشریعی نہ غیر تشریعی پس ان تینوں نے چونکہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اسلیئے یہ کذاب اور مفتری دجال ہیں۔

(۲) باب نے چونکہ مختلف اور متناقض دعوے کیے کبھی باب علم ہونیکا اور کبھی باب مہدی اور مہدی ہونیکا اور مہدی حضور کے متبع ہونگے پھر نبوت مستقلہ کا جو خدا کی طرف سے ایک قربیہ کی عطا ہے پھر خود ہی خدا ہونے کا اسلیئے اسکے خود دعوے ایک دوسرے کے معارض اور مکذب ہونیکی وجہ سے قابل سماعت نہیں بلکہ کذاب ہونیکی صاف دلیل ہے اسی طرح بہاء اور ازل کے دعاوی۔

(۳) ان میں سے کسی نے اپنے دعوے پر دلیل نہیں قائم کی اور بلا دلیل دعوے بدیہات بھی قبول نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ نظریات اور ممتنعات۔

(۴) باب نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے بعد دو سو اکتیس سال تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا پس گیارہ سال کے بعد بہاء اور مرزا ازل کا دعویٰ مذہب باب کے خلاف ہے اب دو حال سے خالی نہیں یا باب کا کلام صحیح ہے یا بہاء اگر بہاء کی صحت تسلیم کیجاوے تب باب کی تکذیب تو ظاہر ہی ہے اور باب کی اسلیئے تکذیب ہوگی کہ وہ ایک کاذب کا مصدق ہے۔ اسی طرح مرزا عباس کا دعوی بعد بہار کے

(۵) ہر نبی کو زمان و مکان کے لحاظ سے دعوی نبوت پر معجزہ عطا فرمایا ہے ایسا معجزہ کہ امکان اور طاقت بشری سے زائد ہو ان کا کسی قسم کا معجزہ نہ ظاہر کرنا ان کی تکذیب کی دلیل ہے۔

(۶) حق تعالیٰ نے ہر نبی کو اُس کی قوم کی جو زبان ہے اُس میں مبعوث فرمایا ہے خواہ وہ نبی صرف اپنی قوم کیلیئے آیا ہو یا تمام انسانوں کیلیئے لیکن اُس نبی کی کتاب کا اپنی قوم کی زبان میں ہونا ضروری ہے چنانچہ صاف ارشاد خداوندی ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اور یہ تینوں عجمی ہیں ان کی قوم کی زبان فارسی ہے اور کتاب منزل جو پیش کرتے ہیں وہ عربی ہے۔ اس سے صاف اور واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً یہ اپنے دعوے میں جھوٹے اور دجال تھے۔

(۷) حق تعالیٰ نے نئی شریعت دیگر انبیاء کو جب ہی بھیجا ہے کہ پہلی شریعت میں طول زمانہ کی وجہ سے اہم تغ

تغیر وتبدل ہوچکا ہو کہ وہ شریعت شریعت سماوی کے نام سے موسوم ہونیکے قابل نہ رہی ہو اور امور میں شرکیات اور کفر کی پوری آمیزش اور خلط ہو گیا ہو۔ ورنہ انبیاء کو جدید شریعت عطا نہیں کی گئی بلکہ اپنے سابق نبی کے متبع رہے۔ اور ان تینوں نے پے درپے یکے بعد دیگرے مستقل نبوت اور مستقل شریعت کا دعوی کیا اس لئے یہ یقیناً کذاب ہیں

(۸) ایک وقت میں ایک قوم کیلئے دو مستقل نبی کہ ہر ایک اپنی طرف بلاوے اور دوسرے کی تکذیب کرے ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتے۔ پس ایک وقت میں بہا اور صبح ازل کا دعوی غلط ہے۔

پس ان دلائل اور ان کے علاوہ کثیرہ وشہیرہ دلائل سے ان کا کذاب ومفتری ہونا ثابت ہے پھر تعجب ہے کہ اہل فہم کس طرح غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں اور ایسے کاذبین کے دام تزویر میں پھنستے ہیں اور اُن کے تبعین کو اور ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اُن سے خلا ملا کرتے ہیں۔

کیا جو قرآن سے اپنی کتاب کو افضل کہے سب انبیاء سے اپنے کو افضل کہے حضور سے افضل کہے خانہ کعبہ کو ڈھا دینے کا حکم کرے قرآن پڑھنا قابل سزا قرار دے قیامت کا انکار کرے دوزخ کا انکار کرے۔ انبیاء کے معجزات کا انکار کرے اپنی جائے پیدائش بیت خانہ کو قبلہ کہے۔ حتی کہ اپنے کو خدا کہے کیا ایسا شخص نبی ہوگا اور اُس کے تبعین خلط کے قابل ہوں گے اور مسلمان کہے جاوین گے۔ فالحذر الحذر واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

الفہ احتشام الرحمن الکاندھلوی غفر ذنوبہ الخفی والجلی فی اوائل شعبان سنہ ۱۳۴۵

فہرست مضامین رفع الحجاب عن کید البہاء و الباب